وفا کی راہگزر

مدیحہ تبسم

سر پہ آگ برساتا سورج اور پاؤں کے نیچے سیاہ تارکول کی بھٹی کی مانند دہکتی ہوئی سڑک سورج کی گرم جھلساتی ہوئی شعاعیں وجود کے آر پار ہو کے اس کو حال سے بے حال کیے دے رہی تھیں، پیدل چلنے کے باعث پاؤں گویا آبلہ بنے ہوئے تھے، اپنے نڈھال ہوتے وجود کو بمشکل گھسیٹتی وہ خود کو چلنے پہ آمادہ کر رہی تھی۔

سر سے دوپٹہ کھینچ کر مزید آگے کرتے ہوئے اس نے سورج کی شعاعوں سے بچنے کی سعی لاحاصل کی تھی، جو اس کی آنکھوں میں مستقل چبھ رہی تھیں سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کی ایڑیوں تک پسینے نے گویا بہنے کو رستہ بنا لیا تھا، گرمی اور الجھن کے باعث اسے پورے جسم پہ چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہو رہی تھیں، بے بسی، لاچارگی، ترس، دکھ، طیش نجانے کون کون سے احساسات تھے جو اسے اپنی لپیٹ میں رہے تھے اور یہ تو ایک دن کی بات تھوڑی تھی کہ بندہ جیسے تیسے کر کے حوصلہ، صبر، برداشت کے ساتھ گزار کر لے یہ تو روز کا معمول تھا۔

روز اس کا وجود ٹوٹے ہوئے کانچ کی طرح بکھرتا اور روز وہ خود ہی فگار ہوتی انگلیوں سمیت اپنے ریزہ ریزہ وجود کو سمیٹنے کی کوشش کرتی، کوئی ہمدرد، غمگسار نہ تھا کہ جس سے کہہ کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی یا کوئی اسے دو لفظ تسلی، دلاسے کے ہی دے دیتے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق اسے کچھ نہ کچھ آسرا تو ملتا مگر وائے ری قسمت، اپنوں کی محبت تو درکنار اسے تو غیروں سے بھی محبت نہ ملی تھی، نہ کوئی سہیلی، دوست، ہمجولی، ہمراز وہ اکیلی تن تنہا تھی۔

کبھی کبھار تو اسے اپنا آپ برگد کے اس پیڑ کی طرح لگتا، جو ویران، اجاڑ، بیابان، صحرا میں کسی پیاسے دشت کی مانند حالات و موسم کی تلخیوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے حوصلہ ہار گیا ہو ایسے میں اس کا جی چاہتا کہ خود کو کسی تیز رفتار

مکمل ناول

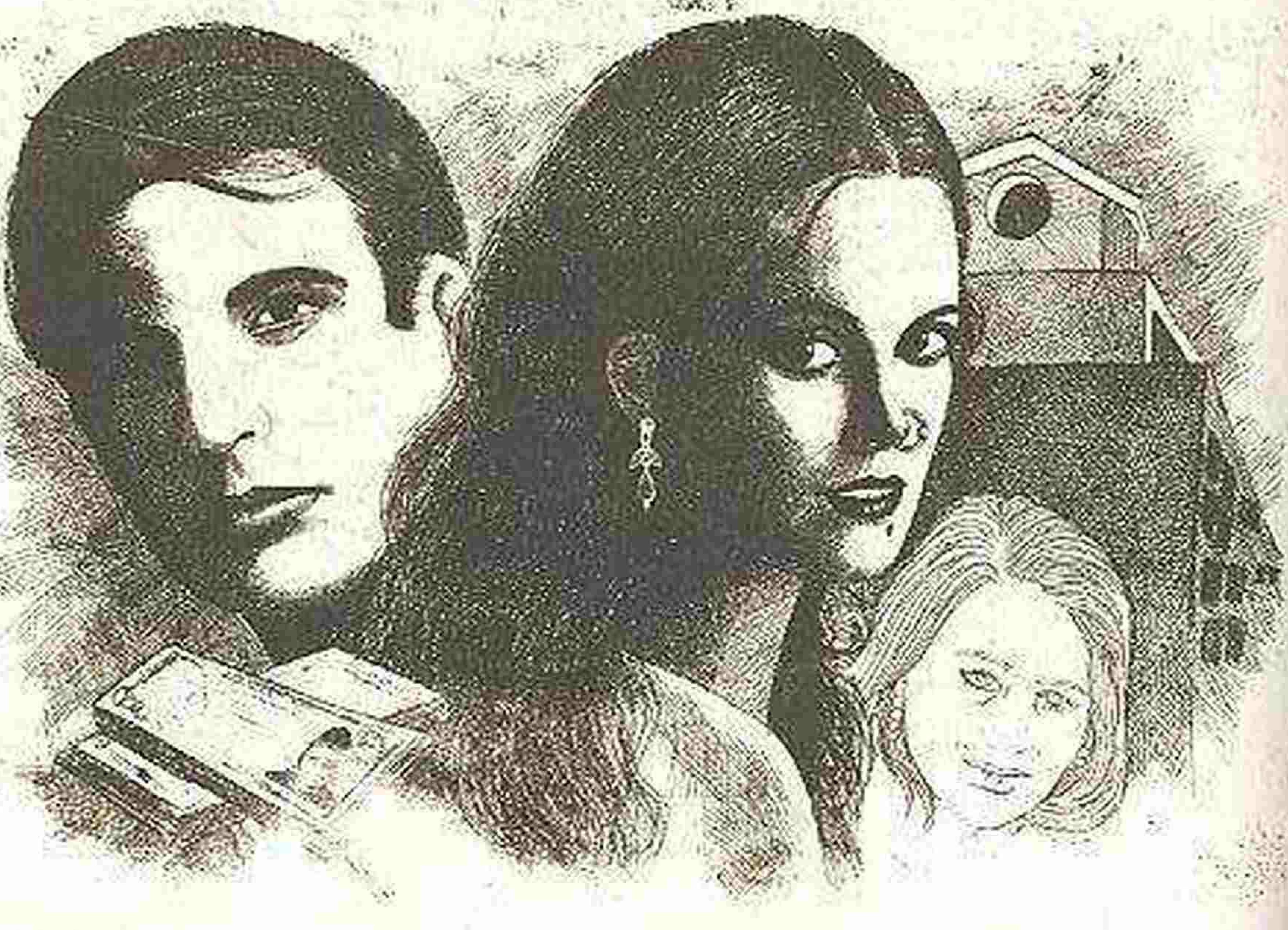

www.pkdigest.com

گاڑی سے ٹکرا دے کسی اونچی بلڈنگ سے چھلانگ لگا دے یا ہمیشہ کے لئے کچھ کھا کے سو رہے، مگر ان تمام حسرتوں میں سے وہ کسی ایک کو بھی پورا نہ کر سکی تھی، وہ آخری حد تک خود کو اور اپنے ضبط اور حوصلے کو آزمانا چاہتی تھی۔

”دیکھتے ہیں ابھی ترکش میں کتنے نازک نیم کش ہیں جن کو یہ وجود ناتواں خود پہ سہہ سکتا ہے۔“ اس نے زخم زخم وجود کو گھسیٹتے ہوئے سوچا، پیاس کی شدت کے باعث حلق میں کانٹے اُگے ہوئے تھے۔

جیسے تیسے کر کے بالآخر وہ عارضی ہی سہی منزل تک پہنچ ہی گئی تھی، گیٹ سے متصل ڈیلی دروازہ دھکیلتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئی اپنے مطلوبہ کمرے میں پہنچ کر اس نے دوپٹہ کھینچ کے بیڈ پر پھینکا، ہینڈ بیگ ایک سائیڈ پہ پٹخا اور خود بھی اپنے سنگل بیڈ پہ ڈھے گئی۔

”آ گئے سرکار بڑی مشکل سے گن گن کے گھڑیاں گزاری ہیں۔“ عین اسی وقت عیاض دروازے سے نمودار ہوا، وہ تیر کی مانند سیدھی ہوئی اور برق رفتاری سے لپک کے اپنا دوپٹہ اٹھا کے سر پہ اچھی طرح لپیٹا، لیکن عیاض کی ہوس زدہ ایکسرے کرتی نگاہوں سے خود کو چھپا نہیں پائی تھی۔

”کیوں تڑپاتی ہو یار! تم تو ڈھنگ سے سیراب ہونے بھی نہیں دیتی۔“ وہ اب کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔

”سوری...... میری نماز لیٹ ہو رہی ہے۔“ کسی متوقع خطرے کے پیش نظر وہ اس کے منہ لگنے کی بجائے غڑاپ سے واش روم میں داخل ہو گئی، جبکہ عیاض ہاتھ مسل کے رہ گیا۔

”تمہارا یہ غرور اور طنطنہ اپنے پاؤں کے نیچے نہ روندا مس عروہ شہاب! تو میرا نام بھی عیاض اکرام نہیں۔“ اس کے خستہ حال بیڈ کو ایک زوردار ٹھوکر رسید کرتے ہوئے وہ بلبلا کے باہر نکلا تھا۔

دروازہ زوردار آواز سے بند ہونے کی آواز سے اندر تک سنائی دی تھی، تاہم اس نے پھر بھی اتنی جلدی باہر نکلنے کی حماقت نہیں کی تھی، وہ جانتی تھی جتنی دیر لگائے گی اتنا ہی تائی امی کا عتاب بڑھتا جائے گا، لیکن وہ تائی کی ڈانٹ پھٹکار تو برداشت کر سکتی تھی، مگر عیاض کی اخلاق سے گری ہوئی باتیں اور عادات اس کی برداشت سے باہر تھیں۔

ظہر کی نماز ادا کر کے اس نے لاؤنج میں قدم رکھا تو اس کی شکل پر نگاہ پڑتے ہی نسیم کا پارہ ہائی ہونے لگا۔

”آ گئی مہارانی! آرام فرما کے، اندر کمرے میں گھس کے کون سے جادو، ٹونے کر رہی تھی تجھے نہیں پتہ سب نے کھانا کھانا ہے ارے اور نہیں تو بوڑھی تائی کا ہی لحاظ کر لو، جو صبح سے بھوکی بیٹھی ہے۔“ وہ اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئیں، عروہ کوئی بھی صفائی یا جواب دیے بغیر کچن میں داخل ہو گئی۔

”کیا بناؤں آپ کے لئے تائی امی!“ ایک نظر فریج کا جائزہ لینے کے بعد اس نے کچن کے دروازے میں کھڑے ہو کر نسیم بیگم سے دریافت کیا، ان کا بی پی اکثر ہائی رہتا تھا اور شوگر کی مریضہ بھی تھیں، لہٰذا اکثر و بیشتر پرہیزی کھانا کھاتی تھیں، تاہم جب دل چاہتا وہ پرہیز کو بھاڑ میں جھونک کر من پسند اشیاء نوش فرماتی تھیں، اسی لئے عروہ ان کے بدلتے موڈ کے پیش نظر ان کی خواہش کے مطابق ہی ان کا کھانا بناتی۔

”اے بی بی! زہر بنا لو میرے لئے، جان چھوٹے ہماری بھی اور تمہاری بھی۔“ وہ دنیا بھر کا زہر لہجے میں سموئے کاٹ دار طنزیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

”کاش کہ آپ کی یہ خواہش بھی پوری کر سکتی تو آپ کو آپ کی آل اولاد سمیت کھلا دیتی،

کچھ تو اس پاک دھرتی کی نجاست میں کمی آتی۔“ خون کے گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے سوچا۔

”اب یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھے جا رہی ہو، دو لقمے کھچڑی کے بنا دو اسی پہ گزارا کر لوں گی فریج میں قیمہ پڑا ہے ساتھ میں کوفتے بنا لو، ندا اور ردا صبح کہہ کر گئی تھیں، عیاض کوفتوں کے ساتھ سفید چاول کھاتا ہے، باقیوں کے لئے روٹیاں بنا دو، کام ہی کتنا ہے، پھر بھی تم جیسی علی کی لڑکی چند افراد کا کھانا پکانے کے لئے سارا دن کچن میں ہی گزار دیتی ہے۔“ آرڈر جاری کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس کے نکمے پن کو رگیدنا نہیں بھولی تھیں، عروہ خاموشی سے پلٹ کے کچن میں آ گئی۔

نسیم بیگم خود تو جو تھیں سو تھیں ان کی بیٹیاں ندا اور ردا اپنی ماں سے بھی چار ہاتھ آگے تھیں، عروہ کی ہتک، تذلیل اور عزت نفس کو روندنا تو ان دونوں کا فرض عین تھا اور یہ وہ دن میں کئی کئی بار ادا کرتی تھیں، دونوں جڑواں تھیں اور عروہ سے دو سال بڑی تھیں، فیشن کی دلدادہ ہونے کی وجہ سے پڑھائی کی طرف توجہ صفر تھی، بار بار فیل ہونے کی وجہ سے وہ ابھی اپنا گریجویشن ہی کلیئر نہ کر پائی تھیں جبکہ عروہ نے اسی سال ایم اے انگلش بھی کر لیا تھا۔

واحد اس کی تعلیم ہی تھی جس کے بارے میں اس نے کوئی کمپرومائز نہیں کیا تھا، چاہے پرائیویٹ ہی سہی اس نے ماسٹرز تک جیسے تیسے کر کے پڑھ ہی لیا تھا، یہ الگ بات ہے کہ اس دوران اسے کتنے کٹھن اور دل شکن مراحل سے گزرنا پڑا تھا۔

اب وہ ایک انگلش میڈیم ہائی اسٹینڈرڈ سکول میں ٹیچنگ کرتی تھی اور اس کی اجازت بھی اسے صرف اسی لئے دی گئی تھی کہ وہاں اس کی سیلری پرکشش تھی، اس کی پورے مہینے کی محنت کو تائی امی اور ان کی اولاد اتنی بے دردی سے اڑاتی

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب 135/-
خمار گندم 200/-
دنیا گول ہے 225/-
آوارہ گرد کی ڈائری 200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں 200/-
چلتے ہو تو چین کو چلئے 130/-
نگری نگری پھرا مسافر 175/-
انشاء جی کے 200/-
بستی کے اک کوچے میں 165/-
چاند نگر 165/-
دل وحشی 165/-
آپ سے کیا پردہ 250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو 200/-
انتخاب کلام میر 160/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر 160/-
طیف غزل 120/-
طیف اقبال 120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور
فون نمبرز: 7321690-7310797

کہ اس کا دل پارہ پارہ ہو جاتا۔

''جن کے ماں باپ حیات نہ ہوں ایسے لوگوں کو خصوصاً لڑکیوں کو جینے کا کوئی حق نہیں۔''

یہ بات وہ خود کو دن میں ہزار بار سمجھاتی تھی، لیکن دل تو دل تھا کبھی تو اپنی بھی منوانا چاہتا تھا۔

اس کا دل چاہتا تھا وہ بھی ندا اور ردا کی طرح لمبی تان کر سوئے، ڈھیروں ڈھیروں شاپنگ کرے، دوسرے پہ حکم چلائے، لانگ ڈرائیو کا مزہ چکھے، کبھی موسم کی خوبصورتی کو انجوائے کرے۔

کبھی تو

کہیں تو

زندگی میں ایک بار ہی سہی!

اس کی کم از کم ایک خواہش تو پوری ہو سکتی!

ایک ہی خواہش!!!

کوئی سی بھی!!

کاش! اے کاش!!!

''شہث! کہاں ہو تم اس وقت؟'' وہ اس وقت سالک کے ساتھ بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا جب اس کے موبائل پہ بیپ ہوئی اس نے یس کیا دوسری طرف ماما تھیں۔

''ماما! میں سالک کی طرف ہوں، بس ایک گھنٹے تک آ رہا ہوں۔'' سالک اس کا بچپن کا دوست تھا، وہ جب بھی پاکستان آتا سالک سے ضرور خاص ملتا تھا، پہلے تعلیم اور پھر جاب کی وجہ [illegible]

طرف سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا، اس کی چھٹی حس نے کسی خطرے کا الارم بجایا۔

ماما نے کبھی بھی اس سے ایسے لہجے میں بات نہیں کی تھی، کھردرا، تلخ، بے لچک، وہ ہمیشہ سلام، دعا، حال احوال پوچھ کر اس سے مطلوبہ کام کہا کرتی تھیں، چاہے وہ چند سیکنڈ پہلے ہی گھر سے کیوں نہ نکلا ہو۔

''کیا بات ہے شہث! خیریت تو ہے؟ کیا کہہ رہی تھیں آنٹی؟'' سالک کو اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ دوسری طرف اس کی ماما تھیں لیکن انہوں نے کیا ایسا کہا تھا کہ اس کے چہرے پہ الجھن اور تفکر کے تاثرات رقم ہو گئے تھے۔

''پتہ نہیں یار! ماما نے فوراً گھر پہنچنے کا آرڈر دیا ہے۔'' وہ متفکر لہجے میں کہتا کھڑا ہوا۔

''کوئی پریشانی والی بات ہے تو میں چلوں ساتھ؟'' اس کے تاثرات نوٹ کرتے ہوئے سالک نے پیشکش کی۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں، ابھی [illegible]'' وہ بظاہر نارمل لہجے میں کہتا باہر کی طرف بڑھا تو سالک بھی اسے گیٹ تک چھوڑنے آیا۔

''کوئی پریشانی والی بات ہوئی تو مجھے فون کر دینا۔'' اس کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے پہ سالک نے اسے ایک دفعہ پھر تاکید کی تو وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے زن سے گاڑی بھگا لے گیا، راستے میں بھی اس کا ذہن تانے بانے میں الجھتا رہا، گاڑی پورچ میں روک کر وہ تیز تیز قدموں سے اندر داخل ہوا۔

[illegible]

سے اسے دیکھتے ہوئے سامنے بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا، اس کے آس پاس ایک مرتبہ پھر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔

''جانتے ہو اسے یا تعارف کرواؤں؟'' انہوں نے برابر بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھنویں اچکا کر طنزیہ لہجے میں اس سے دریافت کیا تھا۔

''جی جانتا ہوں یہ سارہ ہے یونیورسٹی میں ہم دونوں نے اکٹھے پڑھا ہے۔'' اس نے اپنے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے پرسکون انداز میں جواب دیا تھا۔

''دیکھا آنٹی! یہ ہر ایک سے یونہی کہتا ہے کہ سارہ میری کلاس فیلو ہے، یہ ہمارے مابین رشتے کو سرے سے ماننے سے ہی انکاری ہے۔'' اس کی بات پہ سارہ روتی ہوئی راحت بیگم کے گلے لگ گئی تو انہوں نے سخت ملامتی نظروں سے اسے دیکھا اور سارہ کے گرد بازو پھیلا [illegible]

''کیا مطلب ہے تمہارے کہنے کا؟ اور کیا کہوں میں؟'' سارہ کے ردعمل نے اسے تنگ کر دیا تھا، حیرت کی شدت سے ششدر وہ کبھی ناقابل فہم نظروں سے سارہ کی طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی اپنی ماں کی طرف جن کی آنکھوں میں موجود تاثرات نے اس کو اندر ہی اندر خائف کر دیا تھا۔

''شادی کر رکھی ہے تم نے مجھ سے، بیوی ہوں میں تمہاری'' راحت [illegible]

''تم مردوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے پہلے لڑکیوں کو پھنسانا، پھر خفیہ شادی پھر جب اپنا مطلب پورا ہو گیا تو سرے سے انکاری ہو جاتے ہو، فرار حاصل کرنا چاہتے ہو، تم بھی یو ایس اے سے بھاگ نکلے تھے کہ پاکستان میں کون ہے جو تمہارے سیاہ کرتوتوں سے پردہ اٹھائے۔'' نگاہیں اس کے چہرے پہ جمائے وہ تنفر زدہ لہجے میں بول رہی تھی۔

یکلخت غصے کی شدید لہر نے اسے اٹھنے پہ مجبور کر دیا تھا، حیرت کی شدت کم ہوئی تو مارے طیش کے اس کا برا حال ہو گیا اسے اپنے پورے وجود میں جوار بھاٹا ابلتا محسوس ہو رہا تھا۔

''کیا بکواس کر رہی ہو تم۔'' غصے کی شدت سے پاگل ہوتے ہوئے وہ اس کی طرف لپکا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے دبوچتا راحت ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئیں۔

''انتہائی شرمناک بات ہے میرے لیے کہ تم میرے بیٹے ہو، ایسی بے حیائی کے کام کرتے ہوئے تمہیں ایک دفعہ بھی اپنی ماں بہنوں کی لاج نہیں آئی شہث!'' کاٹ، طنز، دکھ، صدمہ کیا کچھ نہ تھا ان کے لہجے میں۔

شہث کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اخلاق سے عاری اور پندار سے گری ہوئی اس لڑکی کو میزائلوں سے اڑا دے، اس کا وجود بھڑ بھڑ جل رہا تھا، وہ تو گویا بارود کے ڈھیر پہ بیٹھا ہوا تھا، درمیان میں اگر ماما حائل نہ ہوتیں تو یقیناً وہ اس کو مزہ چکھا چکا ہوتا۔

www.pkdigest.com

رہا ہے اگر تم نے شادی کر ہی لی تھی تو اسے یوں چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ نڈھال سی ہو کے صوفے پہ گر سی گئیں۔

''بہت برے طریقے سے تم نے میرے اعتماد کو توڑا ہے سارہ بیگم! کوئی عورت اس حد تک بھی اپنا نسوانی وقار گرا سکتی ہے یقین نہیں آتا۔'' اس کے لہجے میں شعلوں کی سی لپک تھی۔

''تم نے اپنا وار آزما لیا ابتدا تمہاری طرف سے ہوئی ہے اب میرے وار کے لئے تیار رہنا۔'' اس کی زبان الفاظ نہیں انگارے اگل رہی تھی، وہ یونہی سلگاتی نظروں سے چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

ایک لمحے کے لئے تو اس کا ردعمل دیکھ کر سارہ پوری جان سے کانپ گئی تھی، لیکن اگلے ہی لمحے خود کو کمپوز کرلی وہ دوبارہ راحت کے سامنے اپنا دکھڑا رونے لگی تھی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب وہ تھکا، نڈھال، پژمردہ سا گھر میں داخل ہوا، وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو رحمہ کو اپنا منتظر پایا۔

''کہاں تھے بھائی آپ؟ میں کئی دفعہ آپ کا سیل ٹرائی کر چکی ہوں۔'' وہ صوفے پہ بیٹھی اونگھ رہی تھی جب کھٹکے کی آواز پہ اس کی آنکھ کھلی وہ ہڑبڑا کر اٹھی تو سامنے شہث کو پایا بے ساختہ اطمینان بھرا سانس خارج کرتے ہوئے اس نے اسے مخاطب کیا۔

''تم سوئی کیوں نہیں ابھی تک؟'' وہ اس کا سوال نظر انداز کرکے الٹا اسی سے پوچھنے لگا۔

''آپ کو کھانا گرم کرکے دینا تھا آپ کے انتظار میں ہی جاگ رہی تھی۔'' اس نے ایک نظر اپنے خوبرو بھائی کو دیکھا جو اس وقت خاصا ٹوٹا اور بکھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے تم سو جاؤ جا کر۔'' سر دونوں ہاتھوں میں گراتے ہوئے وہ وہیں ڈھے سا گیا۔

''بھائی!'' رحمہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے قریب جا کر نرمی سے اس کا بازو ہلایا، وہ سمجھ سکتی تھی اس وقت اس کی کیا کیفیات ہوں گی، وہ خود اس وقت سے الجھن کا شکار تھی اور اس الجھن کو شہث ہی رفع کرسکتا تھا، شہث نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

''سارہ کون ہے؟'' اس کے شکستہ وجود کو متاسف نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے ملامت سے دریافت کیا تھا۔

''میری بیوی۔'' وہ زہرخند ہوا۔

''مجھے سارہ کا نہیں آپ کا قول چاہیے۔''

''تمہیں کیا لگتا ہے رحمہ! میں ایسی حرکت کرسکتا ہوں؟ تمہیں شہث عثمان سے کس حد تک گرنے کی توقع ہے؟'' وہ تڑپ کر اس سے پوچھنے لگا، رحمہ جواباً نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہیں اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی۔

''مجھے تو سارہ کو دیکھ کر ہی پتا چل گیا تھا کہ میرے بھائی کی پسند ایسی نہیں ہوسکتی لیکن سارہ کو جھٹلانا بھی اتنا آسان نہیں تھا، میں نے ماما کو بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کے سلایا ہے، اب اصل صورتحال تو آپ ہی بتا سکتے ہیں۔''

''مجھے توقع نہیں ہرگز نہیں تھی کہ وہ اس حد تک چلی جائے گی۔'' وہ رکا پھر قدرے توقف سے گویا ہوا۔

''سارہ میری کلاس فیلو تھی، میری طرح یہ بھی پڑھائی کی غرض سے امریکہ میں مقیم تھی، اس کی اپنے کسی فرینڈ سے انوالومنٹ تھی پھر اس حد تک بڑھی کہ دونوں نے شادی کرلی، وہ لڑکا چند ماہ کے لئے اپنے پیرنٹس سے ملنے کینیڈا گیا تو اسی دوران سارہ میری طرف متوجہ ہوگئی، مجھے علم نہیں تھا کہ وہ اپنی ضد میں اتنا بڑھے گی کہ اپنے ہزبینڈ سے ڈائیورس لے لے گی۔'' وہ سانس کے لئے رکا رحمہ دم سادھے سن رہی تھی۔

''جب اس نے اپنے خیالات کا اظہار مجھ سے کیا تو میں نے اچھی طرح اس کی طبیعت صاف کی وہ بار بار میرے راستے میں آتی رہتی، میں نے نرمی سختی، طنز و تضحیک ہر طرح سے اسے سمجھانا چاہا لیکن وہ بھی اپنی ضد کی بڑی پکی تھی، میرے پاکستان آنے سے قبل ہی میری اس سے جھڑپ ہوئی تھی تو اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ میں تمہیں جیت کے دکھاؤں گی، میں نے حسب معمول اسے درخور اعتنا نہ جانا لیکن اس دفعہ اس نے میری فیملی کو ہدف بنایا، دکھ تو مجھے ماما پہ ہے کہ انہوں نے بھی سمجھنے کی کوشش نہ کی۔'' اس نے تھک کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی۔

''آپ جانتے ہیں بھائی! ماما کتنی نرم دل ہیں ماما کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکال دیتا کہ جاؤ بی بی ہم تمہیں نہیں جانتے لیکن ماما کی سادہ طبیعت اور نرم دلی آڑے آگئی، اللہ جانے اس نے ماما سے کیا کیا کہا، ماما ایک دم ہی پھٹ پڑیں، میں نے سمجھانا چاہا تو الٹا مجھ پر برس پڑیں، خیر میں نے جیسے تیسے کرکے صورتحال کو سنبھالا۔'' رحمہ کی باتوں سے اسے کافی ڈھارس ملی تھی۔

اس نے بے حد محبت سے اپنی بہن کی طرف دیکھا جو چھوٹی سی عمر میں ہی کتنی سمجھداری کا ثبوت دے رہی تھی۔

''اب میں ماما کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں بے قصور ہوں، میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا، ماما چاہیں تو جس سے مرضی پوچھ لیں U.S.A میں میرے جتنے Contacts ہیں ماما چاہے سب سے میری گواہی لے لیں، لیکن خدارا میرے کردار پہ یوں شک نہ کریں۔'' اسے دکھ تھا تو صرف اس بات کا وہ اپنی ماں کا دل دکھانے کا باعث بنا ہے، سارہ سے تو وہ کیا نہ کسی طرح نبٹ ہی لیتا، لیکن پہلا مسئلہ ماما کا تھا، وہ اس کا یقین کرتیں تو پھر تھا نہ، وہ تو شاید اس کی آواز سننے کی روادار نہیں تھیں۔

''آپ فکر مت کریں بھائی! میں ماما کو ضرور سمجھاؤں گی، ابھی نہیں وقتی غصہ ہے ابھی سارہ کی باتوں نے ان کے دل پر بہت گہری چوٹ لگائی ہے، یہ زخم کچھ مدھم ہو تو میں ان سے ذرا سبھاؤ سے بات کروں گی، مجھے امید ہے وہ ضرور سچ اور جھوٹ کو پرکھ لیں گی، آپ زیادہ ٹینشن نہ لیں۔'' رحمہ نے اسے تسلی دی تو اس نے مشکور نظروں سے اپنی چھوٹی بہن کی طرف دیکھا۔

''تھینکس رحمہ! کم از کم تم نے تو مجھے سمجھنے کی کوشش کی، اگر تم بھی مجھے غلط سمجھتی تو میں یقیناً طیش میں آکر کچھ کر لیتا۔''

''تھینکس تو مجھے آپ کا کہنا چاہیے کہ آپ نے اتنی دور ہوتے ہوئے بھی ہمارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی، اب آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے کھانا گرم کرکے لاتی ہوں، سارا دن کچھ کھایا بھی نہیں آپ نے۔'' وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی تو شہث بھی کسی قدر مطمئن ہوتے ہوئے فریش ہونے چلا گیا۔

''تم ہر وقت کچن میں گھسی کیا کرتی رہتی ہو۔'' وہ کچن میں کھڑی رات کے کھانے کی تیاری کررہی تھی جب عیاض اس کے عقب سے آکر بولا وہ اچھل کے مڑی۔

''میں کھانا بنا رہی ہوں۔'' بمشکل تھوک نگلتے ہوئے اس نے جواب دیا اور دوبارہ اپنی توجہ ہنڈیا کی طرف مرکوز کرنا چاہی، لیکن عیاض کی موجودگی میں ایسا کرنا اس کے لئے خاصا مشکل بلکہ ناممکن ہی تھا، اس کی سرتاپا جائزہ لیتی نگاہیں بار بار اس کا ارتکاز توڑ دیتی تھیں۔

اور آج کل تو ویسے ہی عیاض سے بہت خائف رہنے لگی تھی وہ اس کے سائے سے بھی بھاگتی تھی، عیاض کا روز بروز بدلتا رویہ اور عادات

www.pkdigest.com

اسے مسلسل پریشان کیے رکھتی تھیں، پہلے تو وہ کبھی کبھار تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیتا تھا لیکن اب تو وہ اتنا نڈر ہوتا جا رہا تھا کہ بڑی امی کی موجودگی کا بھی لحاظ نہ کرتا تھا اور نسیم بیگم بھی سب کچھ دیکھنے، سننے کے باوجود یوں نظر انداز کر دیتی گویا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

اگرچہ وہ ہر وقت خود کو بڑی سی چادر نما دوپٹے میں لپیٹ کے رکھتی تھی، اس کے باوجود عیاض کی اندر تک کھوجتی گہری نگاہیں اسے پسینہ پسینہ کیے دیتیں، وہیں کی نمازیں اور دعائیں طویل ہوتی جا رہی تھیں وہ ہر وقت اپنے رب سے اپنی عزت اور عصمت کی حفاظت مانگتی تھی۔

"چھوڑو تم یہ فضول کام۔" اس نے تسبیح اس کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

"چھوڑیں مجھے عیاض بھائی!" درشتی سے کہتے ہوئے اس نے ایک لمحے سے پہلے اپنا ہاتھ واپس کھینچا تھا اور اس سے فاصلے کو بڑھاتے ہوئے قدرے دور ہوئی۔

غصہ، حیا اور گھبراہٹ کی ملی جلی آمیزش نے اس کی گلابی رنگت کو سرخ کر ڈالا تھا، لمبی گھنیری مڑی ہوئی پلکیں اٹھتی گرتیں قدرے نمی ہوئی تھیں، اطراف سے نکلیں بالوں کی لٹیں نم ہونے کے باعث چہرے سے چپکی جا رہی تھیں، گلابی پنکھڑی نا ہونٹ باہم ایک دوسرے میں پیوستہ تھے حسن و خوبصورتی کا یہ پیکر عیاض اکرام کی کمزوری بنتا جا رہا تھا، دن بدن اس کے جذبات عروہ شباب کے لیے شدتیں اختیار کرتے جا رہے تھے۔

اس کا جھجکنا، گھبرانا، غصہ کرنا عیاض کی شدتوں کو مزید ہوا دیتا تھا اور وہ اسے پانے کی چاہ میں پاگل ہوا جاتا۔

"تم مجھے بھائی مت کہا کرو میری جان! سارا موڈ غارت ہو جاتا ہے۔" دو قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس نے درمیانی فاصلہ ختم کیا اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی گستاخی کرتا عروہ اس کا ارادہ بھانپتے ہوئے کرنٹ کھا کے پیچھے ہوئی اور تیر کی مانند دروازے کی طرف لپکتے ہوئے اس کی پہنچ سے دور ہوئی۔

"تمہارا یہ گریز تو اور بھی مجھے مقناطیس کی طرح اپنی جانب کھینچتا ہے، ایسے میں تو اور بھی دلکش اور دلنشین لگتی ہو۔" وہ ایک آنکھ دبا کر خباثت سے ہنسا تو وہ عروہ پوری جان سے جل گئی۔

"شرم آنی چاہیے آپ کو مجھ سے ایسی بے ہودہ گفتگو کرتے ہوئے میں آپ کے لیے ندا اور ردا کی طرح ہی ہوں۔" غم و غصے سے اس کی حالت غیر ہونے لگی تو وہ پھٹ پڑی۔

"ندا اور ردا۔" اس نے ایک بلند قہقہہ لگایا۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی پیش رفت کرتا ندا دروازے سے نمودار ہوئی۔

"تمہارے سکول کی پرنسپل مسز شیرازی تشریف لائی ہیں تمہیں بلا رہی ہیں۔" مخاطب یقیناً وہی تھی۔

"مسز شیرازی؟" اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، سوالیہ نظروں سے اس نے دوبارہ ندا کی طرف دیکھا جو ماتھے پہ سلوٹیں لیے کینہ توز نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہاری نوکر نہیں لگی جا کر دیکھ لو خود ہی۔" انتہائی رکھائی سے کہتے ہوئے وہ قہر بھری نظر اس پہ ڈال کے مڑ گئی، عالم حیرت میں زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"السلام وعلیکم!" اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو عروہ!" مسز شیرازی باقاعدہ اٹھ کر اس کے گلے ملیں تو اپنے انتہائی رف حلیے پہ اسے جی بھر کے ندامت ہوئی۔

ان کے ہمراہ ایک اور ڈیسنٹ سی خاتون تھیں، وہ بھی بہت پیار اور محبت سے اس سے ملی تھیں، عروہ ان کی آمد پہ حیران ہوتے ہوئے ان سے قدرے فاصلے پہ رکھے سنگل صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں میڈم! آپ کیسی ہیں؟" خود کو کسی حد تک نارمل کرتے ہوئے اس نے اس سے دریافت کیا۔

"ارے بھئی یہ میڈم ویڈم تو تم اسکول تک ہی محدود رکھو، یہاں تو تم مجھے آنٹی کہہ سکتی ہو۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے نرمی سے اسے ٹوکا تو اس نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"ان سے ملو یہ میری بہت اچھی دوست اور عزیزہ ہیں راحت۔" اب کے انہوں نے اپنے برابر بیٹھی ہم عمر سی خاتون کی طرف اشارہ کیا تو وہ ان سے بھی مسکراہٹ ادا کر کے ملی۔

"آپ لوگ ذرا بیٹھ کر گپ شپ لگائیں میں ابھی آتی ہوں۔" نسیم بیگم انہیں باتیں کرتا چھوڑ کر باہر نکلیں، ندا لاؤنج میں بیٹھی کوئی مووی دیکھ رہی تھی، ردا آج اپنی کسی دوست کی پارٹی میں انوائیٹ تھی، اسے آج لیٹ نائٹ آنا تھا۔

"آپ نے ابھی تک ان فضول خواتین کو بٹھایا ہوا ہے چلتا کریں انہیں، مجھے سمجھ نہیں آتی ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں اس شہزادی میں کہ اتنے اچھے گھرانے کو اس جیسی فقیرنی پسند آ گئی۔" ندا نے تو جب سے مسز شیرازی اور راحت بیگم کا مدعا سنا تھا وہ تو تب سے ہی جلی بھنی بیٹھی تھی بس نہیں چل رہا تھا کہ عروہ کے حسین چہرے کو جھلسا کے رکھ دے، وہ اپنی ماں کو دیکھتے ہی شروع ہو گئی تھی۔

"تم ابھی بچی ہو جو میں سوچ سکتی ہوں تمہارا ذہن ابھی بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔" نسیم نے اپنی نخریلی بیٹی کو پچکارتے ہوئے کہا تو وہ اوہ کہہ کر رہ گئی۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میں اس حسین عروہ کا رشتہ راحت کے بیٹے سے کر دوں گی؟ کہ وہ ساری عمر امریکہ جیسے شاندار ملک میں گزارے وہاں تو میری بیٹی ندا ہی جائے گی تم دیکھنا تو سہی میں دونوں خواتین کو کیسے شیشے میں اتارتی ہوں، عروہ کے بارے میں تو ایسی باتیں کروں گی کہ وہ خود ہی اس کا نام لینے سے قبل کانوں کو ہاتھ لگائیں گی اور تمہارے لیے ہاں کروا کے دم نہ لیا تو میرا نام بھی نسیم بیگم نہیں۔" انہوں نے سینہ ٹھونک کر کہا۔

"واؤ ممی! میرے ذہن میں واقعی یہ بات نہیں آئی تھی۔" ندا تو خوشی سے اچھل پڑی امریکہ جیسے ملک میں رہائش پذیر ہونا اس کا بچپن کا خواب تھا۔

"ارے میری معصوم بھولی بھالی بچی! تم کیا جانو دنیا کے جھمیلے اب ذرا جلدی سے دیکھو عیاض کہاں ہے اسے کہو بازار سے کھانا لے آئے اور تم بھی ذرا اچھے طریقے سے ملو اور کہنا میں کچن میں آپ کے لیے کھانا تیار کر رہی تھی ذرا اخلاق سے ملنا۔" وہ اسے تاکید کرتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔

"بس بہن ہم نے تو کبھی عروہ میں اور اپنی اولاد میں فرق نہیں کیا، یہ تو سب سے بڑی بچی ہے میری دو نہیں، تین بیٹیاں ہیں، یہ میٹرک میں تھی جب اس کے والدین روڈ ایکسیڈنٹ میں چل بسے بس تب سے اب تک میں نے اسے سینے سے لگا کے رکھا۔" لہجے میں دکھ اور سارے جہاں کا پیار سمیٹتے ہوئے وہ دونوں خواتین کو امپریس کرنے کی کوششوں میں دو چار آنسو بھی کھینچ لائی تھیں۔

"تمہیں تو میں نے رسوائیوں کا عذاب نہ

سونیا شہث عثمان تو میرا نام بھی سارہ نہیں، تمہارے جیسے کتنے مردوں کو میں نے سیدھا کیا ہے اور انگلیوں پر نچایا ہے تم کیا چیز ہو میرے آگے۔" غم و غصے سے وہ اندھی ہوئی جا رہی تھی۔

اپنا پہلا وار خالی جاتے دیکھ کر وہ ابھی ہی چوٹ پہ بلبلائی ہوئی تھی، اپنی طرف سے تو اس نے اپنے ڈرامے میں کوئی جھول نہ چھوڑی تھی پھر پتہ نہیں کیسے شہث کے گھر والوں پر اس کی حقیقت کھل گئی، وہ تو اگرچہ اب بھی اپنی بات پہ مضبوطی سے قائم تھی تاہم شہث کی فیملی کی طرف سے اس کی پذیرائی اب مفقود ہو گئی تھی۔

جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ شہث کی والدہ آج کل اس کے پرپوزل کے لئے سرگرداں ہیں بلکہ انہوں نے لڑکی بھی پسند کر لی ہے، اسے تب سے کسی کروٹ چین نہیں آ رہا تھا، بالآخر اپنے ریسورسز استعمال کرتے ہوئے اس نے لڑکی کا نام اور ایڈریس وغیرہ پتہ کروا لیا تھا اور نا منصوبہ ترتیب دیتے ہوئے آج وہ ان کے گھر بیٹھی تھی، تھوڑی دیر قدرے فربہی مائل ایک خاتون اور ان کے ہمراہ ایک ینگ سی لڑکی اندر داخل ہوئی تھی۔

"اونہہ، کچھ ایسی خاص بھی نہیں ہے۔"

اپنے طور پر اس نے اسی لڑکی عروہ تصور کر لیا تھا۔

"آنٹی! میں سارہ ہوں۔" اس نے کھڑے ہو کر بڑے مودب لہجے میں ان سے کہا تھا، اس کا یہ تعظیمی انداز نسیم بیگم کو بہت بھایا تھا، ویسے بھی وہ انتہائی چاپلوس اور خوشامد پسند طبیعت کی مالک تھیں اور یہی خوبیاں ان کی اولاد میں بھی موجود تھیں۔

"یہ عروہ ہیں؟" اس نے ان کے برابر بیٹھی لڑکی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"نہیں یہ میری بیٹی ندا ہے عروہ تو اسکول پڑھانے گئی ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ ایک لمحے کے لئے سوچ میں پڑ گئی کیونکہ وہ تو عروہ کی موجودگی میں بات چیت کرنا چاہتی تھی۔

"ماشاءاللہ! بہت پیاری ہے آپ کی بیٹی۔"

اس نے خوشامد کا سہارا لے کر بات کا آغاز کرنا چاہا ندا کی گردن تفاخر سے اکڑ گئی تھی۔

"بس بیٹا! میری تو دونوں بیٹیاں ہی اپنی مثال آپ ہیں، سوری بیٹا! لیکن میں نے تمہیں پہچانا نہیں۔" انہوں نے تفاخر سے تعریف سمیٹتے ہوئے اپنی الجھن کو رفع کرنا چاہا۔

"جی یہ میری آپ سے پہلی ملاقات ہے، ایکچوئلی میں یو ایس اے میں مقیم ہوں اور چند دن پہلے ہی پاکستان آئی ہوں، مجھے پتہ چلا ہے کہ عروہ آپ کی بھتیجی ہے غالباً جس کی آپ کل رشتے کی بات چیت چل رہی ہے۔" اس نے بڑے سبھاؤ سے بات کا آغاز کیا۔

"چل تو رہی ہے لیکن ابھی کچھ فائنل نہیں ہوا بلکہ ابھی تو ان کی طرف سے پیغام آیا ہے میں بیمار ہو گئی تھی جس کی وجہ سے لڑکے کو دیکھنے ابھی تک نہیں جا سکی۔" نسیم بیگم نے اندر ہی اندر حیران ہوتے ہوئے اسے جواب دیا ندا کے کان بھی فوراً کھڑے ہو گئے تھے، ان دونوں ماں بیٹی کو چونکنا فطری امر تھا جس کے آثار ان کے چہروں سے بھی نمایاں تھے۔

"میں اسی سلسلے میں آپ کی طرف آئی ہوں آنٹی! شاید آپ کی کوئی نیکی کام آ گئی تھی جو مجھے اس رشتے کے بارے میں پتہ چل گیا تو میں فوراً آپ کا ایڈریس معلوم کر کے آپ تک پہنچ گئی۔" لہجے کو رقت آمیز بناتے ہوئے اس نے آواز میں دنیا بھر کا اخلاص سموتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ جو بھی کہنا چاہتی ہیں کھل کر بات کریں۔" فطری تجسس نے سر ابھارا تھا سو اس دفعہ ندا کو بولنا پڑا کہ سارہ کی خاموشی نے اسے بے چین کر دیا تھا۔

"میں شہث عثمان کی وائف ہوں۔"

نظریں جھکاتے ہوئے اس نے سسکاری لی۔

"کیا...... آ...... آ۔" ان دونوں کے منہ کھل

گئے وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگیں۔

"جی! شہث نے دوران تعلیم ہی مجھ سے شادی کر لی تھی ہماری شادی کو ایک سال ہو گیا ہے، آنٹی! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں آپ اس کی ظاہری شکل و صورت پہ مت جائیے گا وہ انتہائی کمینہ، لالچی اور خبیث انسان ہے، اس کا کام ہی یہی ہے وہ ہر سال جب بھی پاکستان آتا ہے تو کسی نہ کسی خوبصورت لڑکی کو پھنسا کر اس سے شادی کر لیتا ہے اور بیرون ملک جا کر ان کو فروخت کر دیتا ہے پھر وہ لڑکی کہاں جاتی ہے کسی کو اس کی کوئی خبر نہیں ملتی، وہ نجانے کتنی لڑکیوں کی زندگی برباد کر چکا ہے، میں اس کے سیاہ کرتوتوں سے آگاہ ہو چکی ہوں اور کچھ میرا فیملی بیک گراؤنڈ بہت اسٹرانگ ہے اس لئے وہ مجھ سے اپنا مگر وہ ارادہ پورا نہیں کر سکتا، لیکن مجھے ڈائیوورس دے کر آزاد بھی نہیں کرتا۔"

وہ سانس لینے کو رکی جبکہ ان دونوں کو تو سانس بھی شاید کہیں سینے میں اٹک گیا تھا۔

"میں نے اس کے شرمناک افعال سے اس کے گھر والوں کو بھی آگاہ کیا مگر وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہیں مجھے کچھ دن بعد واپس چلے جانا ہے میں نے سوچا جاتے جاتے آپ کے ساتھ یہ نیکی کر جاؤں شاید اس کے صلے میں میری زندگی میں کچھ سکون آ جائے کہ میں نے ایک زندگی تباہ ہونے سے بچا لی۔" چہرہ آنسوؤں سے تر بتر رہا تھا۔

"بہت شکریہ بیٹا! تم نے ہمیں آگاہ کر دیا۔" بالآخر نسیم بیگم کو ہی ہوش آیا، تو انہوں نے اخلاقاً اس کا شکریہ ادا کیا۔

"یہ تو میرا فرض تھا کہ میں بھی ایک عورت ہوں، میں نہیں چاہتی کہ جس کرب سے میں گزر رہی ہوں کوئی اور بھی اس سے دوچار ہو۔" وہ اس وقت اتنی نیک اور پارسا بنی ہوئی تھی کہ اس کی نظیر ملنا مشکل تھی۔

"اچھا آنٹی! میں چلتی ہوں یہ میرا کارڈ رکھ لیں اس پر میرا یو ایس اے اور پاکستان دونوں کے کونٹیکٹ موجود ہیں، اس کے علاوہ آپ اپنے طور پر بھی چاہیں تو شہث کے بارے میں معلومات لے سکتی ہیں لیکن اکثریت اس کے اصل چہرے سے بے خبر ہے۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے ایک کارڈ بیگ سے نکالا اور نسیم بیگم کی طرف بڑھاتے ہوئے باوثوق لہجے میں بولی۔

"بیٹھیے کھانا کھا کے جائیے گا۔" ندا نے بھی حیرت کے جھٹکے سے نکلتے ہوئے آداب میزبانی نبھانے چاہے۔

"نہیں میں چلتی ہوں ایک ضروری کام ہے مجھے، آپ لوگ میری باتوں پر غور ضرور کیجیے گا اور خدارا ایک اور زندگی کو پامال مت کیجیے گا۔" وہ جاتے جاتے پھر ملتجی ہوئی۔

"شکریہ بیٹا! بہت شکریہ۔" نسیم بیگم نے تشکر آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مطمئن سی ہو کے الوداعی کلمات کہتے رخصت ہو گئی۔

"دیکھا میرا شک صحیح نکلا، کہیں کوئی نہ کوئی گڑبڑ موجود ہے ورنہ اتنے اچھے گھرانے کے لئے یہ یہی رہ گئی ہے۔" سارہ کے جاتے ہی ندا نے ماں کی طرف متوجہ ہو کے بولی، اس کے اندر سکون اتر رہا ہے جو حسد اور جلن وہ اس دن سے عروہ کے لئے محسوس کر رہی تھی سارہ نے اس پر ٹھنڈے چھینٹے ڈال کر اس کو پرسکون کر دیا تھا۔

"اب پہلی فرصت میں ان لوگوں کو فون کر کے منع کر دیں کہ ہم سنڈے کو نہیں آ رہے۔"

ندا اب وہیں مطمئن سی ہو کر صوفے پہ دراز ہو گئی، نسیم بیگم کسی گہری سوچ میں غرق تھیں۔

"ہم سنڈے کو ضرور جائیں گے اور نکاح کی ڈیٹ فکس کر کے آئیں گے۔" بالآخر سوچ کے سمندر سے نکلتے ہوئے انہوں نے اپنا فیصلہ

www.pkdigest.com

صادر کیا تو ندا اچھل کے بیٹھی۔

"ممی! آپ کا خیال ہے کہ سارہ جھوٹ......"

اس کی آنکھوں میں بے پناہ استعجاب امڈ آیا تھا اپنی ماں کا خیال سن کر۔

"تمہیں کتنی دفعہ سمجھایا ہے کہ تم ابھی بچی ہو وہاں تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتی جہاں تک میری سوچ ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولیں تو ندا نے نا سمجھنے والے انداز میں ماں کی جانب دیکھا، اس کی آنکھوں میں تیرتی حیرت اور الجھن بہت واضح تھی، جسے سمجھتے ہوئے نسیم بیگم نے مسکراتے ہوئے اسے آگاہ کیا۔

"تمہیں نہیں پتہ میں عیاض کی وجہ سے کتنی پریشان ہوں وہ جس طرح عروہ کے لئے اتاؤلا ہو رہا ہے کچھ خبر نہیں کیا کر گزرے ابھی اسلام آباد جانے سے پہلے وہ مجھ سے اس حوالے سے بات کر کے گیا تھا، میرا اکلوتا لاڈلا بیٹا اور میں اس ڈائن کے حوالے کر دوں تاکہ یہ اپنی نا تمام خواہشات کے بدلے ہم سے لے میں تو سوچ رہی تھی کہ عیاض کے پیچھے سے ہی اس کا کوئی بندوبست ہو جائے، اب اللہ نے خود ہی بندوبست کر دیا ہے، اچھی بات ہے یہاں کہیں دور دفعان ہو جائے گی، ہماری بلا سے اس ڈائن کا جو مرضی کرے، بس ہماری جان چھوٹ جائے گی ویسے بھی شکل وصورت کمینی کی ایسی ہے جو بھی دیکھے فریفتہ ہو جائے کل کلاں کو کسی نے پسند کر لیا یا خود ہی کسی کے ساتھ بھاگ واگ گئی تو ہم کیا کر سکتے ہیں، الٹا بدنامی ہمارے حصے آئے گی، اچھا ہے ناں اب دنیا کی نظروں کے سامنے بھی سرخرو ہو جائیں گے اور یہ بلا بھی اندھیرے کنویں میں گر جائے گی، سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔" ان کے شاطرانہ ذہن نے بڑی دور کی سوچی تھی وہ انتہائی مکار اور عیار عورت تھیں۔

"واہ! ممی! میں تو آپ کی فین ہو گئی ہوں۔" ندا کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا، اگرچہ وہ عروہ کے حسن سے بہت جلتی تھی اور دل میں اس کے لئے کینہ، بغض اور عداوت کے جذبات کی ہرگز کمی نہ تھی تاہم اس نہج پر اس نے نہیں سوچا تھا۔

عیاض کا میلان عروہ کی طرف صاف ظاہر ہو رہا تھا وہ اور ورا دیکھ دیکھ کر کڑھتی تھیں، تاہم عیاض کے سامنے دوٹوک بات کرنے سے وہ بھی جھجکتی تھیں کہ عیاض بے حد غصیلا شخص تھا، البتہ اپنے اندر کا سارا زہر وہ عروہ کے سامنے نکالنے سے ہرگز نہیں چوکتی تھیں۔

"آپ پھر عیاض کے آنے سے پہلے پہلے اس معاملے کو نمٹا لیں کیونکہ اس کی موجودگی میں تو مشکل ہو جائے گی ویسے بھی مسز شہث صرف دو ماہ کے لئے پاکستان آئے ہیں، ان کی والدہ کو بھی خاصی جلدی ہے۔" ندا اب چاہ رہی تھی کہ جلد سے جلد یہ معاملہ نپٹ جائے کیونکہ عیاض کے ارادے اسے خطرناک لگ رہے تھے۔

"تم فکر نہ کرو میں عیاض کے آنے سے قبل ہی نکاح کروا دوں گی، پھر اسے خود ہی سنبھال لوں گی اور رخصتی بھی جلد ہی ہو جائے گی، سادگی کی آڑ میں ہم خرچے سے بچ جائیں گے۔" وہ اب بالکل مطمئن ہو گئی تھیں، گزشتہ کئی دنوں سے وہ جس مسئلے کی وجہ سے پریشانی کا شکار تھیں اور خود بخود ہی حل ہو گیا تھا، ماں کو آسودہ دیکھ کر ندا بھی ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔

تن من اپنا خاک کیا پھر نگری ایک بسائی تھی
جاتے سے جو پلٹ کے دیکھا اک اک اینٹ پرائی تھی
کس کی جا زنجیر ہلاتے کس سے جا کرتے فریاد
اپنے ساتھ تو ایک خدا تھا اس کے ساتھ خدائی تھی

وہ ابھی تک عالم حیرت میں حق دق اسٹیج پہ بیٹھی تھی، بے یقینی سی بے یقینی تھی سب کچھ اتنی جلدی جلدی طے ہوا تھا کہ ایقان ویقین کی منزل

تک پہنچنا دشوار تھا، وہ تو ابھی تک حیرت کے ساحل پہ ہی کھڑی تھی۔

کل تائی امی نے اسے بتایا تھا کہ کل تمہارا نکاح ہے اس کے اعصاب پر بم پھٹا تھا، اس سے نہ رائے لی گئی تھی نہ مشورہ طلب کیا گیا تھا جو اسے چوں چراں کا بھی حق مل سکتا، اگر اسے عیاض کی طرف سے خطرہ نہ ہوتا تو شاید وہ کوئی احتجاج کر سکتی، کیونکہ اپنی تائی کی فطرت سے تو وہ بھی آگاہ تھی کہ اپنی بیٹیوں کی موجودگی میں وہ اس کی شادی کے بارے میں اتنی کیوں فکر مند ہو گئی ہیں۔

نہ تو کوئی اتنا لمبا چوڑا انتظام کیا گیا تھا اور نہ ہی زیادہ مہمان تھے، البتہ لان میں چھوٹا سا اسٹیج اور کرسیاں وغیرہ لگا کر قدرے بہتر انتظام تھا اور نسیم بیگم کی جہیز کے جھنجھٹ سے بھی جان چھوٹ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد مبارک سلامت کا شور اٹھا تھا، یقین وبے یقینی کے درمیان ڈولتے ہوئے اس نے کب پیپرز سائن کیے اسے خود خبر نہ ہوئی تھی، البتہ جب شہث عثمان کو اس کے پہلو میں لا کر بٹھایا گیا تو ہر طرف سے بلند ہونے والے توصیفی کلمات نے اسے اچھا خاصا کنفیوز کر دیا تھا، وہ خود میں سمٹی سی بیٹھی تھی، اب جو دل راگ الاپ رہا تھا جو شور دھڑکنوں میں برپا تھا اس کا احساس ہر احساس اور ہر جذبے سے جدا تھا۔

"ماشاء اللہ! چشم بددور۔" یہ غالباً شہث کی والدہ ہیں، اس نے دل ہی دل میں قیاس لگایا کیونکہ یہی خاتون اس دن مسز شیرازی کے ساتھ تھیں اور ابھی بھی چٹا چٹ اس کی بلائیں لے رہی تھیں۔

"چاند سورج کی جوڑی ہے۔" مسز شیرازی نے قریب آ کر کہا تو اس کا جھکا ہوا سر شرم سے مزید جھک گیا، ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہی تھیں۔

آج کا جوڑا اس کے سسرال سے آیا تھا اور پوشن بھی ان کی طرف سے ہی آئی تھی کیونکہ نسیم بیگم نے صاف کہہ دیا تھا ہمارے میں دلہن کو گھر سے باہر نہیں نکالتے، اس نے تو ڈھنگ سے آئینہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ کیسی لگ رہی ہے، پہلی دفعہ تو وہ یوں تیار ہوئی تھی ورنہ عموماً تقاریب میں بھی اس کا سر جھاڑ اور منہ پہاڑ ٹائپ حلیہ ہی ہوا کرتا تھا۔

"بارہ تاریخ کو شہث کی فلائیٹ ہے بس اس سے پہلے پہلے آپ رخصتی کی تاریخ رکھ دیں۔" راحت نے نہال ہوتی نظروں سے بیٹے اور بہو کو دیکھتے ہوئے نسیم بیگم سے کہا، انہیں وہ دن یاد آ گیا جب وہ کسی کام سے مسز شیرازی سے ملنے ان کے اسکول گئیں تو وہیں انہوں نے عروہ کو دیکھا تھا اس اور بس وہیں انہوں نے اسے شہث پسند کر لیا تھا۔

"آپ کی امانت ہے اب تو، آپ جب چاہیں لے جائیں، بیٹیاں تو ہوتی ہی پرایا دھن ہیں۔" نسیم بیگم نے بروقت اپنے لہجے کو پرنم بنایا تھا، ورنہ عذاب سر سے ٹل جانے پر ان کی خوشی حد سے سوا تھی۔

"بس تو پھر اگلے ہی ہفتے کی ڈیٹ رکھ لیتے ہیں۔" مسز شیرازی نے اظہار خیال کیا۔

"جی بہن! ہمیں اب ایک اعتراض ہو سکتا ہے۔" نسیم بیگم نے تو گویا انکساری کی حد ہی کر ڈالی تھی۔

"بھابھی! آپ کو چھوڑ کر جانے کو تو بالکل دل نہیں کر رہا لیکن مجبوری ہے، مگر آپ فکر مت کریں ہم اگلے ہی ہفتے آپ کو باقاعدہ لے جائیں گے۔" جاتے ہوئے رحمہ نے بہت محبت سے اس کے ہاتھ دباتے ہوئے کہا تھا، بار حیا سے اس کے لئے پلکیں اٹھانا دوبھر ہو رہا تھا۔

جانے سے پہلے شہث نے بہت بھرپور نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا، نظر اور انداز میں

www.pkdigest.com

استحقاق خود بخود ہی ست آیا تھا۔

''آپ ہی کی ہے میرے بھائی! بس ایک ہفتہ انتظار کرلو۔'' اس کے ارتکاز کو محسوس کرتے ہوئے سالک نے اسے چھیڑا تو وہ بڑے بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔

عروہ کے تو رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے، پلکیں اٹھائی، گرائی بے حد کنفیوز ہوئی وہ اس وقت بے حد دلکش لگ رہی تھی۔

رات کو یہ خوبصورت تقریب اپنے اختتام پر پہنچی تھی، خلاف توقع کسی نے عروہ کو کچھ نہیں کہا تھا۔

نہ طنز......!

نہ طعنہ......!

نہ قہر برساتے جملے......!

نہ کاٹ دار نظریں......!

وہ خاموشی سے اپنے بستر پہ چلی گئی ایک بات تو طے تھی کہ آج کی رات نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

''کس سے پوچھ کر آپ نے یہ تماشا شروع کیا ہے۔'' عیاض دندناتا ہوا گھر میں داخل ہوا تھا، وہ تینوں ماں بیٹیاں مزے سے لاؤنج میں بیٹھیں کوئی مووی دیکھ رہی تھیں جبکہ عروہ کچن میں دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔

''تو قیامت کی گھڑی آن پہنچی۔'' عیاض کی تیز غصیلی آواز سن کے چھری اس کے ہاتھ سے پھسل کر فرش پہ گری تھی، خوف و دہشت میں گھر کر اس نے دہل کر سوچا، عیاض کے مزاج سے وہ بخوبی آگاہ تھی، وہ جتنا خودسر، ضدی، ہٹ دھرم اور بدتمیز تھا کچھ خبر نہ تھی کیا کر گزرتا۔

''اے ہے، کس تماشے کی بات کر رہے ہو۔'' نسیم بیگم نے سمجھتے ہوئے بھی انجان بن کر لاپروائی سے پوچھا، بیٹے کے مزاج سے وہ بھی خائف ہی رہتی تھیں۔

''میں عروہ کے نکاح کی بات کر رہا ہوں۔'' وہ دانت پیس کر غرایا۔

''آئے ہائے، کس منحوس ماری کا نام لے رہے ہو، ارے وہ چھوکری اس کے چھن دیکھے ہیں؟ اس سے پہلے کہ وہ کسی سے منہ کالا کرے میں نے اس کا پکا پکا بندوبست کر دیا ہے تمہاری بھی جوان بہنیں ہیں اگر کل کلاں کو کوئی بات ہوگی تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔'' نسیم بیگم چمک کر بولیں، بیٹے کو سنبھالنا اگرچہ ان کے لئے ایک دشوار امر تھا تاہم وہ بھی اسی کی ماں تھیں، انتہائی شاطرانہ انداز میں چال چلتی تھیں۔

''جو بھی ہے میں کچھ نہیں جانتا، اس سلسلہ کو جلد از جلد ختم کریں، عروہ اس گھر سے باہر نہیں جائے گی۔'' درشتی سے کہتے ہوئے اس نے دو ٹوک لہجے میں ماں کو کہا تھا۔

''ٹھیک ہے ابھی کون سا وہ بھاگی جا رہی ہے جب وقت آئے گا تو دیکھ لیں گے۔'' بے نیازی سے کہتے ہوئے انہوں نے ریموٹ سے چینل چینج کیا۔

''میں آپ سے پھر کہہ رہا ہوں اگر وہ لڑکا اس گھر میں آیا یا عروہ نے گھر سے قدم نکالا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' انگلی اٹھا کر ماں کو وارن کرتے ہوئے وہ تن فن کرتا باہر نکل گیا تھا۔

عروہ سوکھے پتے کی مانند اندر کھڑی لرز رہی تھی عیاض کی باتوں نے اسے سرتاپا ہلا کے رکھ دیا تھا، اس سے کچھ بعید نہ تھا وہ سب کر بھی گزرتا۔

''منحوس ماری، ناس پٹی، اب دفعان ہو جا یہاں سے اور جب تک تیری رخصتی نہیں ہوتی اپنے کمرے میں ہی بند رہنا، اس کا کچھ پتہ نہیں تجھے اٹھا کر ہی لے جائے، پھر نہ اس کی رہو گی نہ اس کی۔'' نسیم بیگم نے کچن میں داخل ہو کر اسے دو ہتڑ رسید کیے اور اس کے کمرے کی طرف دھکیل دیا، گرتی پڑتی وہ اپنے کمرے میں پہنچی اور اندر

سے چٹخنی چڑھا لی اور بقیہ سات دن اس نے کس طرح پل صراط پہ گزارے تھے وہی جانتی تھی، کئی دفعہ عیاض اور نسیم بیگم کا جھگڑا اس نے سنا تھا، وہ اپنے کمرے میں تھر تھر کانپتی لرزتی رہتی لیکن باہر نکلنے کی غلطی نہیں کرتی تھی۔

پھر اس کی رخصتی سے ایک دن پہلے گھر میں کافی خاموشی تھی غالباً عیاض گھر میں نہیں تھا، پتہ نہیں وہ کہاں غائب تھا، لیکن اس نے خدا کا شکر ادا کیا تھا، اب اندرونی طور پر کیا معاملہ تھا اسے معلوم نہ ہو سکا تھا، البتہ عیاض شادی والے دن بھی غائب تھا، کچھ ایسا ضرور تھا جو اس سے چھپایا جا رہا تھا، لیکن وہ خود ذہنی طور پر اتنی ڈسٹرب تھی کہ کسی اور طرف دھیان ہی نہیں دے سکی۔

سلور اور پنک گھر کے خوبصورت لہنگے میں وہ پہچانی نہیں جا رہی تھی، برائیڈل ڈریس اس کی جلد سے ہم آہنگ ہو کر اسے ایک نیا انوکھا اور دلکش روپ دے رہا تھا۔

نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا، کھانے والے کا انتظام تو کیا نہیں گیا تھا اور نہ ہی کوئی لمبی چوڑی بارات تھی مختصر سے لوگ تھے کولڈ ڈرنکس وغیرہ کے ساتھ اہتمام کیا گیا تھا، جلد ہی اس کی رخصتی کا شور اٹھ گیا تھا، ایسے موقعے پر کسی لڑکی کے کیا احساسات ہوتے ہیں، اپنا گھر چھوڑ دینے کا دکھ ہر احساس پر حاوی ہوتا ہے۔

وہ کس کے گلے لگ کے روتی......؟، ماں باپ کے دکھ کو تو وہ بچپن سے روتی آئی تھی، نہ کوئی بہن تھی نہ سہیلی نہ بھائی نہ کوئی رشتہ دار، اس گھر سے اس کا صرف دکھ، اذیت اور کانٹوں کا رشتہ تھا، کوئی محبت بھرا پرخلوص رشتہ نہ تھا کہ وہ اسے ہی رو لیتی، لیکن پھر بھی وہ روئی تھی جب چلی بے حساب، بے تحاشہ، وہ اپنی ماں کو رو رہی تھی اگر آج وہ زندہ ہوتی تو اسے کے سینے سے لگ کے روتی کوئی تو کندھا ہوتا، تائی امی اور ندا، ردا نے دنیا دکھاوے کو اسے خوب چمٹا چمٹا کے پیار کیا تھا،

رحمہ اور راحت نے اسے پکڑ کر گاڑی میں بٹھایا تھا، سارا راستہ بھی اس کی برسات جاری رہی تھی، اس کے اتنے زیادہ آنسو بہانے پر شہمت نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

گھر تک پہنچتے پہنچتے اس کی حالت غیر ہو چکی تھی، کچھ گزشتہ سات روز کی ٹینشن، خوراک کی قلت، اپنی ذات سے لاپرواہی رنگ لا رہی تھی، بے حد کمزوری اور نقاہت کے باعث اس سے قدم اٹھانا دوبھر ہو رہا تھا، اپنی ساس اور نند کے سہارے وہ بمشکل اندر تک پہنچی تھی، اس کی آنکھوں کے گرد تارے ناچ رہے تھے، ہاتھ پاؤں بالکل ٹھنڈے اور بے جان ہو رہے تھے اس سے پہلے کہ وہ لہرا کے نیچے آ رہتی دو مضبوط بانہوں نے اسے تھام لیا تھا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک کشادہ کمرے میں مسہری پہ لیٹے ہوئے پایا تھا، اجنبی کمرہ، اجنبی ماحول دیکھ کر ایک لمحے کے لئے تو وہ ساکت رہ گئی لیکن جیسے ہی ذہن نے کچھ کام کرنا شروع کیا اسے گزشتہ واقعات یاد آنے لگیں اور اپنی موجودہ صورتحال کا اندازہ کرتے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

کل کا عروسی لباس اس کے جسم پر جوں کا توں تھا، البتہ بھاری بھرکم دوپٹے کی جگہ باریک شیفون کا دوپٹہ اسے اوڑھایا گیا تھا اور زیور وغیرہ بھی اتار دیا گیا تھا البتہ ایک کلائی میں کانچ کی چند چوڑیاں موجود تھیں۔

اس نے اردگرد نظر دوڑائی، کمرے کو بڑے خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا، آف وائٹ اور لائٹ گرے کلر سکیم کسی صاحب ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی، سب سے زیادہ غیر ضروری اور فالتو اسے اپنا وجود ہی لگا تھا اس کمرے میں۔

''تائی امی نے اپنے شاندار گھر میں اپنی بیٹیوں کو بیاہنے کی بجائے مجھے کو بیاہ دیا۔'' وہ بچھ

www.pkdigest.com

اسی کشمکش کا شکار ہو گئی جس کے زہر اثر وہ کئی دنوں سے تھی۔

''کہیں لڑکے میں تو کوئی عیب نہیں۔'' اس کی ذہنی رو بھٹک کے شہبث کی طرف گئی تو بے ساختہ اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، وہ کمرے میں کہیں بھی نہیں موجود تھا، البتہ صوفے پہ اس کی شیروانی پڑی تھی جو اس نے کل زیب تن کی تھی۔

''شہبث کہاں ہیں؟'' اس کے دل کو بے چینی لاحق ہوئی۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور شہبث اندر داخل ہوا وہ جو دروازے کی سمت ہی دیکھ رہی تھی ہڑبڑا کر نظریں جھکا گئی۔

اسے جاگتا دیکھ کر شہبث ایک لمحے کو ٹھٹکا اور اگلے ہی لمحے اس کے اعصاب تن گئے۔

''اگر آپ کی نیند پوری ہو گئی ہو تو پلیز بیڈ خالی کر دیں مجھے سونا ہے۔'' سپاٹ لہجے میں بولتا وہ یقیناً اسی سے مخاطب تھا، وہ حق دق سی اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی۔

''جی...... اسی۔'' وہ یقیناً اس کے جواب کا منتظر تھا لہٰذا وہ سوکھے لبوں پہ زبان پھیرتی بیڈ سے نیچے اتر آئی اور اگلے ہی پل وہ اس پہ ایک بیزار کن نگاہ ڈالنے کی بھی زحمت گوارا کیے بغیر اپنے بیڈ پہ دراز ہو چکا تھا۔

زندگی مہربان تو پہلے بھی نہیں تھی، جو وہ خود کو خوش قسمت تصور کرتی کہ کہیں نہ کہیں تو اس کے لیے بھی کوئی خوشی رقم ہو گی خواہ ایک، آدھ ہی سہی، وہ بھی اس کا مزہ چکھتی، اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ خوشیوں کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟ اور یہ ذات پر کیسے اثر انداز ہوتی ہیں؟ آنسو پینے کی کوشش میں نڈھال ہوتی وہ واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہاں اس کا ایک عدد سوٹ پہلے سے لٹکا ہوا تھا، فریش ہونے کے ساتھ اس نے خوب رو کے دل کی وحشت کو کم کرنا چاہا تھا، لیکن یہ آنسو تو اس کے مقدر میں رقم تھے، کاش وہ آنسوؤں سے اپنا نصیب بھی دھو سکتی، خوب رو چکنے کے بعد جب دل کا بوجھ قدرے کم ہوا تو وہ باہر نکل آئی۔

بیڈ پہ دراز وہ نیند کی عمیق وادیوں میں اتر چکا تھا، اس نے پہلی دفعہ بغور اسے دیکھا، بھاری بال الجھ کر ماتھے پہ بکھرے تھے، اونچی کھڑی ناک، آنکھیں بند ہونے کے باعث وہ صرف پلکیں ہی دیکھ سکی تھی، عنابی ہونٹ باہم ایک دوسرے میں پیوست تھے، ایک بازو ماتھے پہ جبکہ دوسرا سینے پہ رکھے وہ خاصے بے ترتیب حلیے میں سو رہا تھا۔

عروہ کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی، سرکش ہوتی نگاہوں پہ پہرے بٹھاتی وہ رخ پھیر کے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی، گیلے بال سلجھا کے اس نے ڈوپٹہ اچھی طرح سر پہ لپیٹا اور نماز فجر کی ادائیگی کے لیے کھڑی ہو گئی۔

ابھی وہ ڈھنگ سے دعا بھی نہ مانگ پائی تھی کہ دروازے پہ دستک شروع ہو گئی، اس نے جائے نماز تہہ کر کے سائیڈ پہ رکھی اور کشمکش کے عالم میں ایک نظر سوئے ہوئے شہبث پہ ڈالی اور دوسری مسلسل دستک ہوتے دروازے کی طرف، بالآخر جھجکتے ہوئے اس نے خود ہی دروازہ کھول دیا۔

''بھابھی! میں ناشتے کا پوچھنے آئی تھی۔'' دروازے پہ اس کی نند رحمہ تھی، ایک دم اسے کچھ نہ آئی کہ وہ کیا جواب دے۔

''بھائی نہیں اٹھے ابھی تک؟'' اس کے اگلے سوال نے خود ہی مشکل آسان کر دی تھی۔

''نہیں سو رہے ہیں۔'' اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

''بھابھی ان کے سونے کی عادت کم کریں، یہ رات کو سوتے ہیں تو صبح اٹھنے کا نام نہیں لیتے میں سو سو جتن کر کے انہیں بمشکل اٹھاتی ہوں، اب

آپ نے ان کی عادت ختم کرنی ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے اسے اپنے بھائی کے متعلق آگاہ کر رہی تھی، وہ فقط مسکرا ہی سکی تھی۔

''لیجیے، باتوں میں، میں بھول ہی گئی کہ ماما نے بھیجا تھا کہ آپ کی طبیعت پوچھ کر آؤں رات آپ بے ہوش ہو گئی تھیں ڈاکٹر نے بتایا تھا ویکنیس اور ٹینشن کی وجہ سے ایسا ہوا ہے باقی سب ٹھیک ہے صبح تک بالکل فریش ہوں گی۔''

عروہ کو وہ خاصی باتونی لڑکی لگی تھی۔

''اندر آؤ، یوں اچھا نہیں لگتا۔'' اس کا دروازے میں ہی کھڑے ہو کر باتیں کیے جانے پہ عروہ کو شرمندگی سی ہوئی تو اسے اندر بلا لیا۔

''نہیں بھابھی! جب بھائی اٹھ جائیں گے تو پھر میں ناشتہ لے آؤں گی، آپ کے لیے میں دودھ اور پھل وغیرہ لے کر آئی ہوں، تھوڑا کھا کر آپ بھی آرام کریں ابھی، ولیمہ تو شام میں ہے تب تک طبیعت کو بحال کریں۔'' وہ خود ہی تیز تیز بولتے ہوئے واپس مڑی تو عروہ نے بے ساختہ گہری سانس کھینچتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھا اور صوفے پہ آ کے بیٹھ گئی۔

دودھ اور پھل اسے دینے کے بعد وہ چلی گئی تو اس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا، کھانا کیا خاک تھا بھوک ہی نہیں لگی تھی، تاہم سوچوں میں ڈوبی وہ کب گھونٹ گھونٹ پیتے دودھ کا گلاس ختم کر گئی اسے پتہ بھی نہ چلا، شہبث کا رویہ اس کے لیے ناقابل فہم تھا، لیکن تقدیر کا لکھا جان کر وہ اس پر بھی خاموش ہو رہی تھی کہ اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا، ایک نظر اس سنگدل شخص پہ ڈالتے ہوئے جو بے سدھ سو رہا تھا وہ خود بھی صوفے پہ لیٹ گئی اور کب اس کی آنکھ لگ گئی اسے خود بھی خبر نہ ہوئی تھی۔

اتنا ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور دعا دو گے تو مر جاؤں گا

پوچھ کر میرا پتہ وقت رائیگاں نہ
میں تو بنجارہ ہوں نجانے کدھر جاؤں
ہر طرف دھند ہے جگنو ہے نہ چراغ
کون پہچانے گا بستی میں اگر جاؤں
زندگی میں بھائی مسافر ہوں تیری کشتی
تو جہاں مجھ سے کہے گا میں اتر جاؤں
پھول رہ جائیں گے گلدانوں میں یادوں کی نظر
میں تو خوشبو ہوں فضاؤں میں بکھر جاؤں گا

آج ان کی مسز شیرازی کی طرف دعوت تھی، چند دنوں بعد شہبث کی فلائیٹ تھی اور سب کی کوشش یہ تھی کہ جانے سے پہلے ان کی دعوت کر دے، گویا ایک فرض تھا جو ہر کوئی جلد از جلد اس سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا۔

شہبث کا رویہ تنہائی میں انتہائی سرد، سپاٹ اور لیے دیے انداز والا ہوتا تھا، البتہ اگر وہ سب میں موجود ہوتے تو پھر بالکل نارمل انداز میں اس سے بات کرتا تھا عروہ جتنا اس کے رویے پہ سوچتی اتنا ہی کم تھا، اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آیا تھا کہ اس کا قصور کیا ہے جس کی سزا اس کے لیے مقرر کی جا رہی ہے۔

''وہ اتنے ڈیسنٹ، ہائی ایجوکیٹڈ، ویل سیٹلڈ اور ہائی سوسائٹی میں موو کرنے والے ہیں بھلا مجھ سی لڑکی ان کے معیار پہ کس طرح پوری اتر سکتی ہے؟ بے اعتنائی اور بیزاری ان کے ہر ہر انداز سے ظاہر ہے تو کیا زبان سے یہ کہنا ضروری ہے کہ تم میری زندگی میں زبردستی شامل کی گئی ہو۔'' اس نے دل میں سوچا، کچھ اسی قسم کے خیالات سے اس نے خود کو بہلا لیا تھا۔

''تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی؟'' وہ وارڈ روب کا پٹ تھامے نجانے کن خیالات میں گم تھی جب شہبث نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔

''جی...... میں بس ہونے لگی ہوں۔'' اس نے گڑبڑاتے ہوئے جواب دیا اور جو بھی ہینگر

www.pkdigest.com

سامنے آیا اسے ہی کھینچ لیا۔
بائل گرین کلر میں جدید تراش خراش کا یہ سوٹ خالصتاً رحمہ کی پسند کا تھا، شہث خود تو نہانے گھس گیا تھا، جبکہ وہ اس کے سرد رویے سے خائف ہوتی جلدی جلدی تیار ہونے لگی، جب تک وہ نہا کے باہر نکلا وہ تقریباً تیار تھی، ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی وہ کلائی میں کنگن چڑھا رہی تھی، شہث کو دیکھ کر اس نے جلدی سے پھیلاوا سمیٹا اور نیکلس نکال کر پہننے لگی۔
''عجیب مصیبت ہے۔'' نیکلس کا ہک تھا کہ ازیل ٹٹو کی طرح اڑ گیا تھا، لاک لگ کے نہیں دے رہا تھا، وہ جھنجلائی اور ایک مرتبہ پھر لاک لگانے کی کوشش کرنے لگی۔
شہث پیچھے کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا، عروہ کے جھنجلانے پر وہ دو قدم آگے بڑھا، عروہ کو آئینے میں اس کا عکس نظر آ رہا تھا، اسے اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر وہ دم بخود رہ گئی نیکلس پر گرفت خود بخود کمزور پڑ گئی تھی، اس کے لمس کے تصور سے ہی وجود میں کیسی خنکی سی لہر دوڑ گئی۔
وہ آگے بڑھا اور بالکل اس کے قریب جھکتے ہوئے ڈریسنگ پر پڑا برش اٹھایا اور نہایت اطمینان سے برش کرنے لگا، عروہ کی خوش فہمی پل بھر میں غارت ہوئی تھی۔
''میں اتنی خوش نصیب کہاں۔'' وہ خود پر طنزیہ سی ہنسی اور نیکلس سمیت کمرے سے باہر نکل گئی۔
''رحمہ! یہ میرے نیکلس کا لاک تو لگا دو مجھ سے نہیں لگ رہا۔'' وہ رحمہ کی تلاش میں کچن میں چلی آئی۔
''بس دو منٹ بھابھی! میں ہاتھ دھو کر آتی ہوں آپ لاؤنج میں بیٹھیں۔'' وہ مینگو کے ٹکڑے جوسر میں ڈالتے ہوئے بولی تو عروہ سر ہلاتے ہوئے باہر لاؤنج میں آ گئی۔
''لائیں بھابھی۔'' ... ہاتھ دھو کر لاؤنج میں آ کر عروہ سے مخاطب ہوئی تو عروہ نے فوراً نیکلس اس کی طرف بڑھا دیا۔
''جلدی کرو عروہ!'' عین اسی وقت شہث بھی اندر داخل ہوا۔
''بھائی آ گئے، یہ لیں بھائی! اپنی ڈیوٹی سر انجام دیں اپنی مسز کے گلے میں نیکلس پہنا دیں۔'' رحمہ نے اسے دیکھتے ہی شرارت سے کہتے ہوئے نیکلس اس کی طرف بڑھا دیا۔
''واٹ ناٹ۔'' شہث نے بڑی خوشدلی سے نیکلس پکڑا اور عروہ کی گردن میں ڈال کر لاک لگا دیا۔
بس ایک لمحہ لگا تھا اس کے پر حدت ہاتھوں کا لمس اس کی ریڑھ کی ہڈی تک میں سنسناہٹ دوڑا گیا تھا، ایک لمحے میں اس کی پوری ہستی تہہ و بالا ہو گئی تھی، دھڑکنوں کے شور مچاتے سرکش جذبوں کو کچلتے ہوئے وہ فوراً پیچھے ہٹی۔
''چلیں۔'' اس کا یوں پیچھے ہٹنا شہث نے فوراً نوٹ کر لیا تھا۔
''اوکے چلو۔'' وہ کی رنگ گھماتا ہوا باہر گیا تو عروہ نے بھی اس کی تقلید کی۔
مسز شیرازی کے گھر اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا، وہ خود بھی بڑے اچھے طریقے سے ملی تھیں اور ان کی تینوں اولادیں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا بہت جولی تھے، تینوں انتہائی منہ پھٹ تھے، تینوں منہ پھاڑ کر یوں سوال کرتے کہ کئی دفعہ اسے ڈھیروں ڈھیر شرم نے آن گھیرا، بڑی فضہ بیس سال اس سے چھوٹی شاہانہ سترہ سال جبکہ بیٹا عبداللہ بارہ سال کا تھا۔
''شہث بھائی! یہ بتائیں کہ آپ کو بھابھی کی کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔'' کھانے کے بعد مسز شیرازی انہیں گپ شپ لگاتا چھوڑ کے خود باہر نکل گئیں تو فضہ نے بڑی دلچسپی سے ان کی جوڑی کو دیکھتے ہوئے شہث سے دریافت کیا۔

''مجھے ساری ہی پسند ہے۔'' اس نے تو گویا مسئلہ ہی حل کر دیا۔
''ساری تو پسند ہیں لیکن کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔'' شاہانہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔
''اوں۔'' دائیں ہاتھ کی انگلی ہونٹ پہ رکھتے ہوئے سر اونچا کر کے اس نے سوچنے کی ایکٹنگ کی۔
''سمائل۔'' بالآخر کچھ دیر بعد اس نے کہا تو وہ دونوں چلا اٹھیں۔
''زبردست بھائی! واقعی بھابھی مسکراتی ہوئی کوئی شاہکار لگتی ہیں۔'' ان کے کمنٹس نے عروہ کو اچھا خاصا کنفیوز کر ڈالا تھا۔
''اچھا بھابھی! اب آپ کی باری ہے آپ بتائیں شہث بھائی کی سب سے اچھی چیز کیا ہے؟''
''مجھے نہیں پتہ۔'' اس نے جز بز ہوتے ہوئے بات کو ٹالنا چاہا لیکن وہ کہاں ٹلنے والی بلائیں تھیں وہ اس کے سر چڑھ گئیں۔
''آپ کو نہیں پتہ ہو گا تو پھر کسے پتہ ہو گا، زیادہ چھپانے کی ضرورت نہیں۔'' فضہ اس کے انکار کو قطعاً خاطر میں نہ لائی۔
''بالکل یہ فاؤل ہے آپ کو بتانا ہو گا۔'' شاہانہ نے بھی اصرار کیا۔
''کچھ باتیں راز ہی رہیں تو بہتر ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے دونوں بہنوں کو دیکھا، البتہ شہث کو اس کی مسکراہٹ بہت پر اسرار لگی تھی، اس نے بڑی کھوجتی نظروں سے اس کے تاثرات جانچنا چاہے۔
''نو وے۔'' وہ دونوں یک زبان چلا اٹھیں۔
''آپ کو بتانا ہو گا نہیں تو ہماری طرف سے آپ کا بائیکاٹ ہے۔'' فضہ اب دھمکی پر اتر آئی۔
''آ..... اچھا۔'' وہ مدھم سی ہنسی پھر مدھم لہجے میں بولی۔
''آنکھیں۔''
شہث کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، اگرچہ وہ جانتا تھا اس میں کچھ حقیقت نہیں، کیونکہ اس نے کبھی بھی عروہ کو اسے غور سے دیکھتے ہوئے نہیں پایا تھا، اس کی موجودگی میں وہ اکثر نظریں جھکا کے ہی رکھتی تھی۔
''دیکھا، بھابھی کتنی چھپی رستم نکلیں۔'' شاہانہ نے زور سے قہقہہ لگایا، جبکہ عروہ اپنے ماتھے پہ آئے پسینے کو صاف کرتی شہث کے سامنے بہت کنفیوز ہو رہی تھی۔
''چلیں سب لوگ ایک اچھا سا پوز بنائیں مجھے تصویر لینی ہے۔'' عبداللہ ہاتھ میں موبائل پکڑے کسی کونے سے نمودار ہوا تھا۔
''ضرور..... کیوں نہیں۔'' شاہانہ جھٹ سے بولی اور وہ چاروں بڑے صوفے پہ بیٹھ گئے شہث کے ساتھ عروہ پھر فضہ اور شاہانہ تھیں۔
''بھائی ادھر کریں ذرا بھابھی کو پتہ تو چلے یہ کون سی ہے، اتنا گیپ کچھ جچ نہیں رہا۔'' بارہ سالہ عبداللہ کے منہ سے ایسی بات سن کے عروہ کو اچھی خاصی شرم محسوس ہوئی تھی۔
شہث اس کی بات پہ ہنستے ہوئے خود ہی اس کے قریب ہو گیا، اس کی اتنی قربت پہ عروہ سن ہی ہو گئی، دل پر تو پہلے ہی اختیار نہ تھا اسے لگ رہا تھا وہ یہیں پانی بن کے پگھل جائے گی شکر تھا کہ عبداللہ نے دو چار تصاویر پر ہی اکتفا کیا تھا، شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے جب ان کی واپسی ہوئی، آج کی دعوت میں تو وہ سارا وقت اپنے دل کو ہی سنبھالتی رہی تھی۔

راحت بیگم اور رحمہ دونوں ہی بہت اچھی تھیں، عروہ کئی سالوں بعد جا کے ماں کے لمس سے آشنا ہوئی تھی، شہث کو تنگ ہوتے ہنستے اور پر ہو رہا تھا، عروہ سارا دن خود کو مصروف رکھنے

www.pkdigest.com

کی کوشش کرتی، گھر کے سارے کام اس نے اپنے ذمہ لے لئے تھے، جس میں رحمہ بھی وقتاً فوقتاً اس کی مدد کروا دیتی تھی۔

''اتنا عادی نہ بناؤ ہمیں اپنا کہ تمہارے بغیر ہم رہ ہی نہ سکیں۔'' اپنی انگلیوں کے نرم پوروں سے وہ راحت کے سر کا مساج کر رہی تھی جب انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی و ملامت سے ٹوکا۔

''میرے بغیر......؟ تو میں کہاں جا رہی ہوں آپ کے بغیر۔'' ان کی بات سن کر وہ کسی قدر حیران ہوئی تھی اور اندر کہیں دل بھی زور سے دھڑکا تھا۔

''کہیں شہث تو جاتے وقت کوئی فیصلہ نہیں کر گیا۔'' اس نے دھک دھک کرتے ہوئے دل کے ساتھ سوچا۔

''شہث کے پاس نہیں جانا پڑے گا، وہ تمہارے کاغذات بنوا رہا ہے بس چند دنوں کی بات ہے پھر تمہیں اس کے پاس جانا ہے۔'' انہیں اس کی سادگی پہ ٹوٹ کے پیار آیا۔

''تو میں آپ کے پاس ہی رہ لوں گی ناں۔'' وہ منمنائی تو وہ مسکرا دیں۔

''ہمارے پاس بھی آیا کرو گی بلکہ تم دونوں آیا کرو گے، اللہ تمہارے درمیاں محبت بڑھائیں، خوش و خرم رہو۔'' ان کی دعاؤں پہ عروہ کی آنکھیں بھر آئیں، یہاں تو میرے سے محبت کا وجود ہی نہیں تھا تو بڑھوتری کیسی؟

''میں ذرا ایک نظر کچن میں دیکھ آؤں بریانی دم پر رکھی ہے۔'' بوجھل دل لے کر وہ بہانہ بنا کر اٹھ گئی، راحت نے بطور خاص اس کی خاموشی کو نوٹ کیا تھا، اسی وقت فون کی بیل نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا، دوسری طرف شہث تھا۔

''عروہ کے پیپرز تیار ہو گئے؟'' انہوں نے سلام دعا کے بعد پوچھا۔

''اُفوہ ماما! ہو جائیں گے وہ بھی، آپ کو کیوں اتنی جلدی ہے۔'' دوسری طرف یقیناً وہ بدمزہ ہوا تھا۔

''مجھے جلدی ہے یا تم تاخیر کر رہے ہو، جب تم یہاں تھے تب بھی میں کہتی تو تم ٹال مٹول کر جاتے اور اب تمہیں گئے چار ہفتے ہونے کو آئے ہیں اور تم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہو، آخر تمہارا ارادہ کیا ہے؟ مجھے ایک ہی دفعہ بتا دو۔'' وہ غصیلے لہجے میں تیز تیز بولتی گئیں۔

عروہ جو کچن سے نکل کر لاؤنج میں آ رہی تھی، راحت کی باتیں سن کر وہیں رک گئی، یوں چھپ کے ماں بیٹے کی باتیں سننا، تھی تو یہ غیر اخلاقی حرکت، لیکن کسی نادیدہ قوت نے اس کے پاؤں روک دیئے تھے۔

''ماما! کچھ ٹائم تو لگے گا ناں، میرے پاس جادو کی چھڑی تو نہیں کہ اسے گھماؤں اور عروہ ادھر ہو۔'' ان کے غصے میں آنا دیکھ کر وہ دھیما پڑ گیا۔

''نئی نئی تم لوگوں کی شادی ہوئی ہے ابھی تو دن ہیں ایک دوسرے کو سمجھنے کے چلو تمہارا جانا تو ضروری تھا لیکن تمہیں چاہیے تھا کہ پہلی فرصت میں عروہ کے پیپرز تیار کرواتے، مگر مجھے تمہارے تیوروں سے لگ رہا ہے کہ تم اسے لے جانا ہی نہیں چاہتے، کہیں سارہ والا معاملہ تو شروع نہیں کر لیا تم نے۔'' وہ واقعی بے حد غصے میں تھیں اسی لئے شہث کی شامت آئی ہوئی تھی۔

''ماما! آپ ابھی بھی مجھے ایسا سمجھتی ہیں؟'' صدمے کے باعث اس سے بولا ہی نہیں گیا۔

''ایسا نہ سمجھوں تو کیسا سمجھوں؟ میں نے تو تمہیں کبھی عروہ کو فون کرتے بھی نہیں دیکھا، مجھے تو لگتا ہے کہ تم نے میرے آگے ہار مان کے شادی تو کر لی ہے مگر اب تمہیں یہ سب بوجھ لگ رہا ہو گا۔'' وہ پہلے ہی سارہ والے معاملے کی وجہ سے شہث کے بارے میں بہت کو شکی ہو گئی تھیں

شہث کی اتنی جلدی شادی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی، اب بھی اس کا عروہ سے لاتعلق اور بیگانگی والا رویہ انہیں بہت کھل رہا تھا وہ اسی لئے بیٹے کی طرف سے بدگمان ہو رہی تھیں۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے ماما! آپ خوانخواہ غلط فہمی کا شکار مت ہوں، یہاں آتے ہی مجھ پہ کام کا لوڈ بہت زیادہ ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے عروہ سے ابھی تک تفصیل سے بات نہیں ہو سکی، ویسے میں وقتاً فوقتاً اسے فون کرتا رہتا ہوں اور میں بہت جلد اس کے پیپرز تیار کروا کے بھیج رہا ہوں اور ابھی ہماری شادی کو عرصہ بھی کتنا ہوا ہے عروہ کا میرے بغیر اداس ہونا بالکل فطری امر ہے، آپ خوانخواہ کے وہم مت پالیں، میری بیوی میری ذمہ داری ہے اور میں اپنی ذمہ داری نبھانا بخوبی جانتا ہوں۔'' اس نے بڑے تحمل سے بات کو سنبھالا جانتا تھا ماما اس وقت غصے میں ہیں اور پیار و محبت سے ہی انہیں رام کیا جا سکتا ہے ورنہ بنتی بات بھی بگڑ جاتی۔

''پھر بھی بیٹا! تم خیال رکھا کرو، مصروفیت اپنی جگہ لیکن بیوی پر ضرور توجہ دو۔'' اس کی باتوں کا اثر تھا کہ وہ نرم پڑ گئیں۔

''جی بالکل، آئندہ احتیاط کروں گا، اب کہاں ہے عروہ؟'' ناچار اسے پوچھنا پڑا مبادا ماما دوبارہ نہ کلاس لے ڈالیں ورنہ اس کا قطعاً ارادہ نہیں تھا عروہ سے بات کرنے کا۔

''میں بلاتی ہوں...... عروہ!'' انہوں نے آواز دی تو وہ خود کو سنبھالتی یوں عقب سے نکلی گویا کچھ سنا ہی نہ ہو اور ابھی کچن سے نکلی ہو۔

''یہ لو شہث کا فون ہے تمہیں پوچھ رہا ہے۔'' انہوں نے سیل اسے پکڑایا اور خود باہر نکل گئیں۔

''تم خود نہیں کہہ سکتی ماما سے کہ تمہیں یہاں نہیں آنا۔'' وہ چھوٹتے ہی دھاڑا۔

''جج...... جی...... میں نے تو کہا تھا مگر ماما نہیں مانیں۔'' وہ اس کی دھاڑ پہ سہم کے بولی۔

''تو تم منا نہیں سکتی تھی؟ یا تمہیں خود شوق چڑھا ہوا ہے دنیا گھومنے کا۔'' وہ اب اپنا غصہ اس پہ اتار رہا تھا۔

''میں ایسا کچھ نہیں چاہتی۔'' آنسو پیتے ہوئے وہ بمشکل بولی تو وہ ایک لحظہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

''ہاں...... تم کیوں چاہو گی۔'' وہ عجیب سے لہجے میں گویا ہوا تو عروہ ٹھٹکی۔

''خیر میں پیپرز تیار کروا تا ہوں، تم تیاری رکھنا۔'' وہ فون آف کر چکا تھا، جبکہ عروہ اس کے عجیب و غریب رویے پہ اندر ہی اندر الجھتی اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی۔

''آپ اتنے بیزار کیوں رہتے ہیں مجھ سے؟ کیا جرم سرزد ہوا مجھ سے، ان خوبصورت آنکھوں میں میرے لئے خفگی کیوں رہتی ہے؟'' وہ بیڈ کے سائیڈ کارنر پہ رکھی اس کی فریم شدہ تصویر سے مخاطب تھی، گہری براؤن، شہد رنگ، ساحر آنکھیں، جنہوں نے پہلی ہی نظر میں اسے شکار کر لیا تھا، شاید یہ ان کے مابین رشتے کا تقاضہ تھا یا وہ واقعی پہلی نظر کے عشق کا شکار ہو گئی تھی، عروہ کو تصویر میں بھی اس کی آنکھوں میں خفگی کے تاثرات نظر آئے تھے۔

مجھ سے ملتے ہیں تو ملتے ہیں چرا کے آنکھیں
پھر وہ کس کے لئے رکھتے ہیں سجا کے آنکھیں
میں انہیں دیکھتا رہتا ہوں جہاں تک دیکھوں
ایک وہ ہیں کہ جو دیکھیں نہ اٹھا کر آنکھیں
اس جگہ آج بھی بیٹھا ہوں اکیلا یارو!
جس جگہ چھوڑ گئے تھے وہ ملا کر آنکھیں
مجھ سے نظریں وہ اکثر چرا لیتا ہے فراز
میں نے کاغذ پر بھی دیکھی ہیں بنا کر آنکھیں

اس کی تصویر کو ہاتھوں میں تھام کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

یہ ساری باتیں وہ تصور میں تو ا[illegible] سے کر

www.pkdigest.com

عکس تھی یا اس کی بے جان تصویر سے، مگر اس کے سامنے وہ اپنے حق میں ایک لفظ تک نہیں بول سکتی تھی، کہ اس نے اپنے حق میں بولنا سیکھا ہی کب تھا؟ اس کی تو قسمت ہی ایسی تھی کہ وہ اپنے حقوق ہمیشہ گروی رکھتی آئی تھی، زندگی سے جو ایک آخری امید تھی وہ بھی دم توڑتی نظر آ رہی تھی۔

بھانت بھانت کی بولیاں، بھانت بھانت کے لوگ، ایک دوسرے سے بے نیاز، لاپرواہ، بے حس اور خود غرض، وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوتی اپنا سوٹ کیس دھکیلتی ایئر پورٹ کے احاطے سے باہر نکلی۔

بے شمار اجنبی چہروں میں سے ایک اپنا اور آشنا چہرہ نظر آ ہی گیا تھا، بلیک جینز پہ لائٹ گرے ٹیلین شرٹ پہنے اپنی تمام تر مردانہ وجاہت سمیت وہ اندر سے نکلنے والے لوگوں کے چہروں کو ہی کھوج رہا تھا اس کی تلاش میں بے اختیار تشکرانہ سانس خارج کرتی وہ اس کی سمت بڑھی وہ بھی اسے دیکھ چکا تھا۔

"السلام وعلیکم!" وہ اس کے قریب جا کے بولی۔

"وعلیکم السلام!" وہ اس پہ ایک تفصیلی نگاہ ڈالتا ہوا بولا۔

"سفر ٹھیک رہا، کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔" اس کے ہاتھ سے سوٹ کیس لیتے ہوئے وہ بڑے نارمل انداز میں رسمی کلمات ادا کر رہا تھا، انہیں دیکھ کر کوئی بھی یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ دونوں کے درمیان کوئی گہرا تعلق ہے، ایسی رسمی سی باتیں تو اجنبی بھی ایک دوسرے سے کر لیتے ہیں وہ تو میاں بیوی تھے اور نئے نئے اس رشتے میں بندھے تھے، شادی کے ابتدائی دن تو ہر کسی کے رنگوں سے مزین خوشبوؤں سے لبریز، پر کیف گزرتے ہیں، لیکن یہاں تو کسی ایک چیز کا بھی تصور نہیں تھا۔

"جی...... کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔" وہ سر جھکائے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

"گھر میں سب ٹھیک تھے؟" وہ اب ڈگی کا دروازہ کھول کے سوٹ کیس اس میں منتقل کر رہا تھا۔

"جی...... ممی آپ کو بہت دعائیں کہہ رہی تھیں اور رحمہ بھی۔" اس نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

فرنٹ ڈور اس کے لئے وا کرتے ہوئے وہ خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پہ آن بیٹھا۔

"بڑا شوق تھا تمہیں یہاں آنے کا، اب پورا کرتی رہنا اپنے شوق کو۔" گاڑی کو ریورس کر کے فرسٹ گیئر میں ڈالتے ہوئے وہ اس پہ ایک نظر ڈال کر استہزائیہ بولا تو عروہ لب کچلنے لگی۔

"شوق جیسی عیاشی پالنے کے مرتکب ہم سے بدنصیب کہاں ہو سکتے ہیں شہبش عثمان صاحب، ہمیں تو بس زندگی گزار رہی ہے کسی طرح بری ہی سہی، گزر ہی جائے گی ایک دن۔" اس کے دل پہ یاسیت کے گہرے سائے اترنے لگے، کوئی بھی جواب دینے کی بجائے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

کتنی دعائیں مانگی تھیں اس نے یہاں آنے سے قبل، کاش کہ وہ بھی زندگی کو گزار سکتی، کاش شہبش کا دل اس کی طرف مائل ہو جاتا، وہ بھی خوشبو، تتلی، رنگ، پھول سے احساسات کا مزہ چکھ سکتی، اپنے گناہوں کی اس نے رو رو کر معافی مانگی تھی اور اپنے مجازی خدا کی محبت بھی، مگر لگتا تھا ابھی اس کی دعائیں قبولیت کے درجے تک نہیں پہنچی تھیں۔

"مجھے ضروری کام ہے آفس میں، میں جا رہا ہوں، تم ڈور لاک کر کے آرام کر لو، میں شام تک آ جاؤں گا، کچھ کھانا ہو تو کچن میں ہر چیز موجود ہے۔" اسے گھر تک پہنچاتے ہی شاید اس

کا فرض ختم ہو گیا تھا، انتہائی عجلت میں کہتے وہ بہت جلدی میں لگ رہا تھا۔

"جی۔" اس نے بدقت تمام کہا تو وہ الٹے قدموں سے واپس پلٹ گیا، عروہ صوفے پہ ڈھے سی گئی، اپنی کم مائیگی کا احساس بہت شدت سے اس پر حملہ آور ہوا تھا، اس گھر اور اس کی ہر چیز سے اسے وحشت ہو رہی تھی، کیا کرتا تھا کوئی چیزوں کا جب اس کا شوہر ہی اس کا اپنا نہیں تھا، زندگی نے ہر لحاظ سے اسے دھوکہ ہی دیا تھا، قدم قدم پر اذیت ہی ملی تھی تو وہ خندہ پیشانی سے سہہ جاتی اور کبھی بری طرح ٹوٹ کے بکھر جاتی، کھٹکے کی آواز پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"شاید کچھ بھول گئے ہوں گے اس لئے واپس آئے ہیں۔" شہبش جاتے ہوئے باہر سے ڈور لاک کر کے گیا تھا، اس لئے اس نے اندر سے لاک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی، وہ لاؤنج ٹائپ ہال میں ہی بیٹھی تھی جہاں شہبش اسے چھوڑ کر گیا تھا، ایک قطعی انجان شخص کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ بری طرح گھبرا کے کھڑی ہو گئی، شہبش کی جگہ کسی اور کو دیکھ کر اس کے حواس بری طرح مختل ہوئے تھے، لازما اس کے پاس ڈپلی کیٹ چابی تھی جو وہ اندر داخل ہوا تھا۔

"آ...... آپ۔" نو وارد بھی اسے دیکھ کر بری طرح چونکا تھا۔

"کون ہو تم؟" تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے نو وارد نے کڑے لہجے میں دریافت کیا تھا، عروہ کا تو سانس تک رک گیا۔

"م...... میں عروہ ہوں...... شہبش کی مسز۔" بمشکل تھوک نگل کر اس نے حلق سے چند الفاظ نکالے، ورنہ تو یوں لگ رہا تھا کہ ابھی پاؤں اس کا وزن اٹھانے سے انکاری ہو جائیں گے اور وہ دھڑام سے زمین پہ آ رہے گی۔

"شہبش کی مسز۔" وہ ایک مرتبہ پھر بری طرح چونکا اور اگلے ہی لمحے وہ خود پر قابو پا چکا تھا۔

"بھابھی! آپ کب آئیں؟ میں عالیان ہوں شہبش کا دوست، میرے پاس ڈپلی کیٹ ہے اس لئے آ گیا، اگر علم ہوتا کہ آپ موجود ہیں تو کبھی بھی ایسی غیر اخلاقی حرکت نہ کرتا، آئم ساری مجھے ایک ضروری فائل لینا ہے اس لئے آیا تھا۔" وہ واقعی کوئی شریف اور سلجھا ہوا شخص تھا جو ایسے ملک میں رہتے ہوئے بھی اخلاقی تقاضوں سے واقف تھا، وہ بڑے شرمسار سے لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

"جی...... کوئی بات نہیں۔" اس کو بھی قدرے اطمینان ہوا تھا۔

"کب آئیں آپ؟ اور بیٹھئے پلیز۔" اسے کہتے ہوئے وہ خود بھی اس سے قدرے فاصلے والے سنگل صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"میں آج ہی۔" قدرے جز بز ہو کر اس نے بتایا۔

"آج ہی...... شہبش کہاں ہے؟ ڈور تو لاک تھا۔" وہ ناسمجھ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"وہ آفس گئے ہیں کہہ رہے تھے کوئی ضروری کام ہے۔" نظریں چرا کر کہتے ہوئے وہ اپنے ناخن دیکھنے لگی تو عالیان کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"او کے ٹھیک ہے میں چلتا ہوں اور آپ پریشان نہ ہوں میں اپنی مسز کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور شہبش کی بھی ذرا کلاس لیتا ہوں، آپ خود کو تنہا مت سمجھیں، عالیان آپ کے لئے بہت اچھا بھائی ثابت ہوگا۔" وہ بہت اپنائیت سے کہہ رہا تھا، عروہ نے سر ہلا کر اس رشتے کو قبول کیا تھا۔

"آپ گھبرائیے مت، میں ابھی نادیہ کو آپ کے پاس لے کر آ رہا ہوں۔" وہ اسے تسلی دے کر باہر نکل گیا، تو وہ کچھ نہ سمجھ آنے والے انداز میں دوبارہ صوفے پہ بیٹھ گئی۔

نادیہ کیا آئی تھی ان کے فلیٹ میں گویا بہار آ

www.pkdigest.com

گئی تھی، ان کا ایک گول مٹول سا بچہ بھی تھا، جو پورے فلیٹ میں بھاگا دوڑا پھر رہا تھا، نادیہ خود بھی مسلسل بول کر فلیٹ کی خاموشی کو ختم کر رہی تھی۔

''عالی نے خوب خبر لی ہے شہث بھائی کی، بس وہ ابھی آنے والے ہوں گے لیکن تمہیں ان کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کرنی چاہیے ناں، چلو اٹھو مجھے اپنے کپڑے دکھاؤ میں تمہیں جلدی سے تیار کر دوں۔'' اس کی بات پہ عروہ گڑبڑا گئی۔

''لیکن مجھے اتنا بننا سنورنا اچھا نہیں لگتا۔'' اس نے فضول سی دلیل پیش کی، شہث کے مزاج سے خوب واقف تھی، اس نے تو ایک نگاہ غلط بھی نہ ڈالنا تھی تو پھر کیا فائدہ ایسے بناؤ سنگار کا۔

''نہیں لگتا تو پھر کیا ہوا، ارے آج پہلا دن ہے تمہارا، ہم تو اچھے طریقے سے سیلیبریٹ کریں گے۔'' وہ کہاں اس کی سننے والی تھی ویسے بھی وہ خاصی باتونی سی لڑکی تھی اور پھر خود ہی اس نے عروہ کے لیے میرون اور گولڈن نفیس سی کڑھائی والا سوٹ نکالا، پریس کیا اور عروہ کے نہ نہ کرنے کے باوجود اسے اچھا خاصا تیار کر دیا، ازراہ مروت عروہ بیچاری کچھ کہہ بھی نہ سکی۔

''پہچان لیں شہث بھائی کون ہے یہ۔'' عالیان اور شہث گھر میں داخل ہوئے تو نادیہ نے بڑے سرپرائزنگ انداز میں عروہ کو آگے کیا۔

شہث نے نگاہیں اٹھائیں اور ایک لمحہ کے لیے مبہوت ہو گیا، وہ واقعی نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی، کسی مغلیہ دور کی شہزادی، اس کی والہانہ پرحدت نگاہوں نے عروہ کو اچھا خاصا کنفیوز کر ڈالا تھا، حیا کی آمیزش نے اس کے حسن کو دوآتشہ کر دیا تھا۔

''آہم...... آہم...... میرا خیال ہے عالی! ہم چلتے ہیں۔'' نادیہ اپنے شوہر سے زیادہ بولڈ تھی، ابھی بھی شہث کی آنکھوں کے رنگ بدلتے دیکھ کر اس نے شرارت سے کہا تو وہ جیسے ایک دم ہوش میں آ گیا۔

''ایسی بات نہیں ہے آپ لوگ بیٹھیں۔'' اپنی خفت مٹاتا وہ آداب میزبانی نبھانے لگا، ایک لمحے کے لیے عروہ کو دیکھ کر اس کے دل نے جو تقاضا کیا تھا وہ اسے بھی بوکھلا کر رکھ گیا تھا، اسی لیے نظروں کو بچاتا وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''بھئی...... آج کے اسپیشل گیسٹ تو آپ دونوں ہیں، آپ ادھر تشریف رکھیں، آج میزبانی کا شرف ہمیں بخشیں۔'' نادیہ نے عروہ کو سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔

''بالکل یار! نادی ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' عالی نے بھی اس کی تائید کی، تو وہ کندھے اچکاتا عروہ کے برابر آن بیٹھا۔

''اوکے...... نو پرابلم...... اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، کرو ہماری خدمتیں۔'' وہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتا بڑے ریلیکس انداز میں بولا، عروہ خاموشی سی نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی۔

''بھابھی! آپ بھی تو کوئی بات کریں ناں، آج کا دن تو بڑا خوشگوار دن ہے ہمارے لیے، ورنہ ہمیں اس بھاگتی دوڑتی زندگی میں کب موقع ملتا ہے، ایسے وقت گزارنے کا۔'' عالی اس کی خاموشی کو بہت محسوس کر رہا تھا، اس لیے کہے بنا نہ رہ سکا۔

''آپ باتیں کریں مجھے سننا اچھا لگ رہا ہے۔'' وہ ملائم لہجے میں بولی زندگی سے بھرپور ہنستا مسکراتا کپل اسے واقعی بہت اچھا لگا تھا۔

''خوش قسمت ہو یار! ایسی بیوی ملی ہے جو بولتی کم ہے اور سنتی زیادہ ہے ایک ہماری بیگم ہے سارا دن کان کھائی رہتی ہے، اس کی زبان تو اپنی بارات والے دن بھی فراٹے بھر رہی تھی۔'' عالی نے ایک حسرت بھری ٹھنڈی آہ بھری اور افسوس بھری نظروں سے اپنی زوجہ کو دیکھا گویا کہہ رہا ہو کوئی سبق تم بھی سیکھ لو۔

''ڈونٹ وری شہث بھائی! میں عروہ کو بھی اپنے جیسا کر لوں گی۔'' عالی کی بات کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑاتے ہوئے وہ بے نیازی سے بولی تو عالی سر پکڑ کے رہ گیا، جبکہ شہث کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا، عروہ بھی مسکرانے لگی۔

عالی کھانے پینے کی اشیاء بازار سے لے آیا تھا، وہ دونوں میاں بیوی اب کچن میں گھسے کھٹر پٹر کر رہے تھے، شہث بڑے ریلیکس موڈ میں بیٹھا تھا، جبکہ عروہ اندر ہی اندر اچھا خاصا گھبرائی ہوئی تھی، وہ اس کے پہلو میں براجمان تھا، اس کے ملبوس سے اٹھتی قیمتی پرفیوم کی خوشبو عروہ کو اپنے حصار میں لے رہی تھی۔

دفعتاً شہث نے اس کی گود میں دھرے موی ہاتھ کو نرمی سے پکڑا تھا، عروہ ساکت رہ گئی، دوسرا بازو اس کے کندھے پہ پھیلاتے ہوئے اس نے درمیانی فاصلہ کم کیا تو عروہ کے تو پورے جسم میں برقی لہریں دوڑنے لگیں، شہث کی خوشبو اس کے چاروں اور چکرانے لگی، دل الگ پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو بے تاب و بے چین تھا اس کی اتنی قربت پہ اسے ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔

''عالی! جلدی کرو یہ پلیٹیں ڈائننگ ٹیبل پہ لگاؤ۔'' نادیہ کی تیز آواز نے ماحول پہ چھائے سحر کو توڑا تھا، شہث بھی گویا اس سحر سے نکل آیا تھا، جبکہ عروہ کا دل ابھی تک دھڑ دھڑ کر رہا تھا بار حیا سے پلکیں بھی تک لرز رہی تھیں۔

کھانا لگ چکا تھا، ان سب کے بے حد اصرار پر بھی اس نے صرف چند لقمے لینے پہ اکتفا کیا تھا، نادیہ اور عالی نے آج کے دن کو یادگار بنایا تھا۔

''اب آپ لوگوں کی دعوت ہے ہماری طرف۔'' احزم اٹھ چکا تھا اور اس نے اٹھتے ہی کافی شور مچا دیا تھا، اسی لیے وہ دونوں واپسی کے لیے پر تولنے لگے، نادیہ نے جلدی جلدی میں بھی سارا پھیلاوا سمیٹ لیا تھا، جاتے وقت عالی نے ان سے کہا تھا۔

''کیوں نہیں، جب کہو گے میں اور عروہ آن دھمکیں گے۔'' ان دونوں نے اس کی خاطر آج اپنا وقت نکالا تھا اور آج کا دن اس کے لیے وقف کر دیا تھا، تو اس کا بھی حق بنتا تھا کہ وہ بھی جواباً خوشدلی سے ان سے پیش آئے۔

ان کے جاتے ہی فلیٹ میں ایک مرتبہ پھر سناٹا بولنے لگا تھا، شہث اندر داخل ہوا تو وہ سامنے بیٹھی انگلیاں چٹخا رہی تھی، وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھا، کندھوں سے پکڑ کر اسے اپنے مقابل کھڑا کیا، انگشت شہادت کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کا چہرہ اوپر کیا بے تحاشا پزل ہوتی وہ نگاہیں جھکائے ہوئے تھی۔

''تم عورتوں کے اندر قناعت کیوں نہیں ہوتی؟'' بڑا چبھتا ہوا سوال تھا، عروہ کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا، بے حد حیرانی سے پلکیں اٹھا کے اس نے شہث کو دیکھا جو اس کے بے حد قریب کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا، لیکن اس کے چہرے پہ عجیب سرد قسم کے تاثرات تھے۔

''تم نے میری خوشیاں برباد کی ہیں اب ساری عمر خوشی کو ترسو گی۔'' اس کا سرد برفیلا لہجہ عروہ کی ریڑھ کی ہڈی تک میں سنسناہٹ دوڑا گیا، وہ پوری جان سے کانپ گئی۔

''میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا؟'' پہلی دفعہ وہ اس کے سامنے لب کھول پائی تھی۔

''چچ...... خوب...... یہ بھی میں بتاؤں؟ اتنی بھولی تو نہیں ہو عروہ بیگم!'' آنکھیں سکیٹر کر اسے دیکھتے ہوئے وہ استہزائیہ بولا۔

''تمہارا کیا خیال ہے اپنی اداؤں سے تم مجھے اسیر کر لو گی؟'' اس پہ نگاہیں گاڑ کر اس نے کٹیلے لہجے میں دریافت کیا تو وہ بے ساختہ لب کچلنے لگی۔

''آئندہ اگر اس قسم کی اوچھی حرکتیں کرنی

کی کوشش کی تو انجام بہت برا ہوگا، میں تم ایسی لڑکیوں سے امپریس ہونے والا نہیں، سمجھی تم۔" وہ غرایا، عروہ سہم گئی۔

"لہٰذا اپنی اوقات میں رہا کرو۔" دھاڑ سے کہتے ہوئے اس نے اسے ایک جھٹکا دیا تو وہ پیچھے صوفے پہ آگری، جبکہ خود وہ دھپ دھپ کرتا اندر کمرے کی طرف بڑھ گیا اور ایک زوردار آواز سے دروازہ بند کیا۔

"وہ اس شخص سے محبت کرتی ہے جس کے سینے میں دل نامی کوئی چیز ہی نہیں۔" وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رو پڑی کہ اور وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔

حقیقت جان کر ایسی حماقت کون کرتا ہے
بھلا بے فیض لوگوں سے محبت کون کرتا ہے
بھلا جس تجارت میں خسارہ ہی خسارہ ہو
بنا سوچے خسارے کی تجارت کون کرتا ہے
ہمیں ہی غلط فہمی تھی کسی کے واسطے ورنہ
زمانے کے رواجوں سے بغاوت کون کرتا ہے
خدا نے صبر کرنے کی مجھے توفیق بخشی ہے
اگر جی بھر کے تڑپو تو شکایت کون کرتا ہے
کسی کے دل کے زخموں پہ مرہم رکھنا ضروری ہے
وگرنہ اس دور میں یہ زحمت کون کرتا ہے

زیادہ نہ سہی تھوڑا تو وہ اس ماحول میں ایڈجسٹ ہو ہی گئی تھی اور اس نے کرنا بھی کیا تھا، شہث صبح کا گیا بھی شام کو تو کبھی رات کو لوٹتا، وہ سارا دن گھر میں بولائی بولائی پھرتی، کام تھا ہی کتنا اسے تو ویسے بھی سارا دن کولہو کے بیل کی طرح کام کرنے کی عادت تھی، اب یہاں تو وہ ایک دو گھنٹے میں ہی فارغ ہو جاتی، کبھی کبھار نادیہ وغیرہ آجاتے تو وہ دن خوشگوار گزر جاتا، ورنہ وہی بور ترین دن، شہث گھر میں ہوتا تو بھی کون سا کوئی تبدیلی آجاتی تھی، تب بھی وہ کمرے میں بند بھی کمپیوٹر پہ بیٹھ جاتا بھی فائلوں میں سر گھسا لیتا، لیکن پھر بھی دل کو ڈھارس تو رہتی تھی ناں کہ وہ گھر پہ ہے۔

کئی دفعہ عروہ کا دل چاہا کہ وہ اس سے پوچھے کہ آپ مجھ سے اتنے بیزار کیوں رہتے ہیں، لیکن پھر اس کا اس دن کا رویہ یاد آتا تو وہ سہم کر رہ جاتی، ویسے وہ دوسروں کے حکموں کے مطابق زندگی گزارنے کی اتنی عادی ہو چکی تھی کہ اسے یہ تک بھول گیا تھا کہ اپنے حق میں آواز کیسے اور کیونکر اٹھائی جاتی ہے، اپنے خدا کو راز داں بنائے وہ ابھی بھی اپنی برداشت کی آخری حد تک خود کو آزمانا چاہتی تھی۔

آج شہث آفس سے جلد آ گیا تھا لیکن ساتھ میں فائلوں کا انبار بھی اٹھا لایا تھا، آتے ہی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا، عروہ نے کھانا بھی اسے وہیں دیا تھا، وہ اکثر یونہی کرتی تھی اسے کھانا دے کر خود وہیں بیٹھ جاتی جب وہ کھانا کھا چکتا تو پھر برتن اٹھا کے لے جاتی اور کافی بنا لاتی، شہث کے کمرے سے متصل ایک چھوٹا سا اسٹڈی روم ٹائپ کمرہ تھا، اس نے وہیں اپنا بستر لگا لیا تھا، اگرچہ اور کمرے بھی تھے اور شہث نے اسے کہا بھی تھا کہ وہ کسی اور کمرے میں سو جایا کرے لیکن اس نے بڑے جھجکتے ہوئے وجہ بیان کی تھی۔

"مجھے دوسرے کمرے میں ڈر لگتا ہے، میں یہیں ٹھیک ہوں۔" وہ اس کی بات پر خاموش ہو کے رہ گیا۔

ایک طرف لیپ ٹاپ اور دوسری طرف فائلیں پھیلائے کام میں مگن وہ ساتھ ساتھ کھانا بھی کھا رہا تھا، عروہ سامنے صوفے پہ بیٹھی دونوں ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھے یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی دفعتاً شہث نے نگاہ اٹھائی اور اسے یوں گیان دھیان سے اپنی جانب دیکھتا پا کر ٹھٹکا تھا، عروہ نے ہڑبڑا کر نگاہیں نیچی کیں۔

"جاؤ آرام کرو تمہیں نیند آ رہی ہے۔"

اسے کہہ کر وہ دوبارہ کام میں مگن ہو گیا جبکہ وہ سنی ان سنی کرتی وہیں بیٹھی رہی۔

کیا کرتی وہ، سارا دن اکیلی رہ رہ کے کسی سے بات کرنے کو ترس جاتی تھی، وہ تھوڑا آتا بھی تھا تو اس کے لئے اس کے پاس کوئی ٹائم نہیں ہوتا تھا، عروہ اگرچہ اسے مخاطب کرنے کی ہمت خود میں نہیں پاتی تھی لیکن یونہی سامنے بیٹھ کر وہ اکثر اسے دیکھتی رہتی کہ چلو یہ تشنگی تو کم ہوتی تھی۔

آفس میں کام کا لوڈ بہت زیادہ تھا، اس کے لئے آگے ترقی کا چانسز تھے لہٰذا وہ اپنی کارکردگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہا تھا، انہی چکروں میں اس نے رات دن ایک کیا ہوا تھا، لیپ ٹاپ آف کر کے اس نے سائیڈ پہ رکھا تو اچانک اس کی نظر سامنے اٹھی، عروہ سامنے صوفے پہ بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی، گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی تھی، آج غالباً وہ نہائی تھی جبھی بال بکھرے ہوئے تھے اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ زیب تن کر رکھا تھا جس میں سے اس کی دودھیا رنگت لشکارے مار رہی تھی، دوپٹہ سرک سرک کے صوفے پہ آرہا تھا جس سے اس کا دلکش سراپا نمایاں ہو رہا تھا، شہث پہلی دفعہ اس کو یوں بے ترتیب حلیے میں دیکھ رہا تھا، ورنہ وہ گھر میں بھی عموماً دوپٹہ اچھے طریقے سے اوڑھے رکھتی، یوں جیسے وہ اس کا نامحرم ہو۔

"عروہ!" اس نے دھیرے سے پکارا، مگر لگتا تھا وہ گہری نیند میں چلی گئی تھی۔

"عروہ!" اس نے اس کا گال تھپتھپایا تو وہ ذرا سا کسمسائی، شہث کے لئے اپنی نگاہ بچانا مشکل ہو رہا تھا۔

"اٹھو چلو اپنے کمرے میں چل کر لیٹو۔" اب کی دفعہ اس نے بازو سے پکڑ کر اسے ہلکا سا جھنجھوڑا۔

"اوں۔" اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی، لیکن دماغ ابھی تک نیند سے بیدار نہیں ہوا تھا، خمار آلود سوتی جاگتی نیم وا آنکھوں سے اس نے شہث کو دیکھنے کی کوشش کی۔

"کیا مصیبت ہے، اپنے کمرے میں جاؤ۔" خود پہ کنٹرول کرنا مشکل ہوا تو وہ جھنجھلاہٹ میں اسے ہی جھنجھوڑ گیا۔

"آں۔" عروہ کی حسیات بیدار ہوئیں، تو وہ ایک دم ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"میں یہاں۔" اپنے حلیے پہ نادم ہوتی وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

"فکر نہ کرو محفوظ ہو، میں عیاض کی طرح نفس کا غلام نہیں۔" وہ زہرخند ہوا، الفاظ تھے کہ سنسناتے ہوئے تیر جو سیدھے اس کے دل میں پیوست ہوئے تھے، وہ بت کی مانند ساکت ہو گئی۔

"جاؤ..... سو جاؤ جا کر۔" تحکم آمیز لہجے میں بولتا وہ بیڈ کی طرف بڑھ گیا، جبکہ وہ ابھی تک ساکت و جامد اپنی جگہ سن سی کھڑی تھی۔

"جاؤ دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔" اسے اپنی جگہ منجمد دیکھ کر وہ دہاڑا تو وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

اپنے بستر پہ گر کے وہ پھوٹ پھوٹ کے روئی تھی، روتے روتے ماضی کی بھول بھلیوں میں گم وہ نجانے کس لمحے نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔

"کہا تھا ناں مجھ سے شادی کر لو۔" وہ ایک دفعہ پھر وہیں آ گئی تھی جہاں سے چلی تھی، کچھ بھی نہیں بدلا تھا، سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی، اسی سٹور نما کمرے میں وہ اسی بوسیدہ اور خستہ حال سے بیڈ پہ بیٹھی تھی جب عیاض اندر داخل ہوا، اس کے رونے کی شدت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا چہرہ ہاتھوں میں چھپا کے وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

"کیوں روتی ہو، میں ہوں ناں۔" اسے خود سے بے نیاز دیکھ کر عیاض موقع غنیمت جان

www.pkdigest.com

کر اس کے قریب ہو کے بیٹھ گیا، وہ خود حال سے بے حال ہو رہی تھی، عیاض کی طرف توجہ ہی نہیں کر سکی۔

''چلو اچھا ہوا اس کمینے شخص سے جان چھوٹ گئی، دیکھ لو میں ابھی تک تمہارے انتظار میں بیٹھا تمہیں پانے کو ترس رہا ہوں، بس اب ہر دوریاں ختم کرو۔'' اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرکے اس نے اسے ساتھ لگا لیا، عروہ ایک دم ہی جیسے ہوش میں آئی، کرنٹ کھا کر اس نے اس سے دور ہونا چاہا، لیکن اس کا حلقہ مضبوط تھا، وہ کوشش کے باوجود خود کو چھڑا نہیں پائی اس کے مضبوط حصار میں کسمسا کے رہ گئی۔

''چھوڑیں مجھے عیاض بھائی!'' اسے پرے دھکیلتے ہوئے وہ حلق کے بل پوری قوت سے چلائی شدت گریہ اور غم و غصے کے باعث اس کی آواز پھٹ سی گئی تھی۔

''رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔'' وہ بھی شرافت کا چولا اتار طنزیہ لہجے میں گویا ہوا۔

''اب تمہارے پاس میرے علاوہ کوئی دوسری آپشن بھی نہیں ہے مائی سویٹ ہارٹ! ویسے بھی ابھی مجھے اپنے ٹھکرائے جانے کا بدلہ بھی تو لینا ہے تم سے، میرے اندر جو آگ تم نے لگائی ہے اسے تم ہی بجھاؤ گی اور اب میں مزید خود پہ کنٹرول بھی نہیں کر سکتا، میری نرمی نے ہی تمہیں یہاں تک پہنچایا ہے۔'' اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی، عروہ کے جسم میں سے تو گویا کسی نے جان ہی نکال دی تھی، وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی، جو شیطانیت پر اتر آیا تھا، اپنے مکروہ ارادوں سمیت وہ اس پر حاوی ہو رہا تھا، اس سے پہلے کہ وہ اپنے شیطانی عزم کو پورا کرتا، دھاڑ سے دروازہ کھلا تھا اور کسی نے عیاض کی پیٹھ میں پوری قوت سے خنجر گھونپا تھا، خون کا ایک فوارہ سا ابل پڑا۔

''آ...... آ...... ا......'' وہ زوردار چیخ مار کے اٹھ بیٹھی، پورا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا تھا، لمبے لمبے سانس لیتی وہ قطعاً اپنے حواس میں نہیں تھی۔

''کیا ہوا؟'' اس کی چیخ سن کر شہث ہڑبڑا کر درمیانی دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا، لائٹ آن کرکے وہ اس کی بیڈ کی سمت بڑھا، جو بدحواسی کے عالم میں سہمی ہوئی بیڈ پر بیٹھی تھی۔

''آر یو اوکے؟'' اس نے بیڈ پہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے دریافت کیا، لیکن اگلے ہی لمحے بوکھلا گیا کیونکہ وہ سیدھی اس کے سینے سے آ لگی تھی، اس کا تیز تیز چلتا تنفس بتا رہا تھا کہ وہ شدید گھبراہٹ کے عالم میں مبتلا ہے۔

''مم...... مجھے اس سے بچائیں۔'' الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے منہ سے ادا ہوئے۔

''شاید کوئی برا خواب دیکھ لیا ہے۔'' شہث نے خود سے قیاس لگایا۔

''ٹیک اٹ ایزی کچھ نہیں ہوگا، میں ادھر ہی ہوں تمہارے پاس کوئی نہیں آئے گا سو جاؤ آرام سے۔'' اس نے آہستگی سے اسے تھپتھپاتے ہوئے تسلی دی۔

''آ...... آپ جائیں گے تو نہیں؟'' اس سے الگ ہو کر اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا آنکھوں میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

''نہیں، میں ادھر ہی ہوں، تم سو جاؤ۔'' نرمی و آہستگی سے کہہ کر اسے بیڈ پر لٹاتے ہوئے وہ اس وقت کہیں سے بھی بے رحم اور ظالم شوہر نہیں لگ رہا تھا، وہ اس کا ہاتھ پکڑے پکڑے دوبارہ سو گئی تھی، شہث نے بے ساختہ لمبی سانس کھینچی۔

''پتہ نہیں یہ آزمائش کب تک ہے۔'' اس کی لمبی پلکوں کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

......

''عروہ! ماما کا فون ہے تمہیں بلا رہی ہیں۔'' وہ کپڑے پریس کر رہی تھی جب بیڈروم

سے شہث نے پکارا، وہ پلگ آف کرتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''جی، ماما! کیسی ہیں آپ؟'' وہ بڑے خوشگوار لہجے میں بولی۔

''میں ٹھیک ہوں، تم کیسی ہو؟'' ان کے لہجے میں محسوس کی جانے والی ممتا تھی۔

''آپ کی دعائیں ہیں ماما! رحمہ کیسی ہے؟'' ایک ماما ہی تو تھیں جن کے رویے میں کہیں کھوٹ نہیں تھی، وہ ان سے بات کرنے کے بعد ہمیشہ ہی خود کو فریش محسوس کرتی تھی۔

''رحمہ بھی ٹھیک ہے، تم لوگوں کو بہت یاد کرتی ہے، کب آ رہے ہو تم لوگ؟'' وہ جب بھی فون کرتی تھیں، یہ بات پوچھنا نہ بھولتی تھیں۔

''جلد آئیں گے ماما! انشاءاللہ۔'' اس نے ہمیشہ کی طرح انہیں بہلایا کہ اس سوال کا جواب تو وہ خود نہیں جانتی تھی۔

''رحمہ کا بڑی اچھی جگہ سے پرپوزل آیا ہے، اس کے چاچو نے خوب چھان پھٹک کے ہاں کہہ دی ہے، میں شہث سے کہہ رہی تھی اب تم بھی یہاں سے وائنڈ اپ کرو اور واپس آ جاؤ، رحمہ کے بعد تو میں بالکل اکیلی ہو جاؤں گی زندگی پتہ نہیں کب تک ہے، اب میں تم دونوں کے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہوں اپنے گھر میں، بس کرو بیٹا، آ جاؤ اب۔'' ان کے لہجے میں محسوس کی جانے والی تھکن تھی۔

عروہ نے خود کو پاتال کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتا محسوس کیا تھا کیونکہ صرف اس کی وجہ سے اب تک ان کا بیٹا ان سے دور تھا، پہلے جب ایک دفعہ اس نے شہث سے واپسی کے حوالے سے بات کی تھی تو اس نے بڑی بے دردی سے کہا تھا۔

''جب تک تم ہو میں واپس نہیں جا سکتا، سب کے سامنے مجھ سے فضول کی ایکٹنگ نہیں ہوتی۔'' اور وہ گویا اپنی جگہ پہ گڑ سی گئی تھی، اس کے بعد بھی اس کی ہمت نہیں ہوئی اس ٹاپک پہ بات کرنے کی۔

''جی ماما! میں شہث سے بات کرتی ہوں، آپ پریشان مت ہوں۔'' بمشکل خود کو کمپوز کرتی وہ کہہ پائی تھی۔

''میں نے پچھلی دفعہ بھی تم سے کہا تھا کہ کسی اچھے سے گائناکالوجسٹ سے اپنا چیک اپ کرواؤ، سال ہونے کو آیا ہے تمہاری شادی کو شہث کو کہوں تو وہ بھی ٹال جاتا ہے، آج کل کے لڑکوں کو کہاں اتنی پرواہ ہوتی ہے، لیکن بیٹا! بچوں سے ہی عورت کی قدر بڑھتی ہے تم خود توجہ دو۔'' وہ ہر بار کی طرح اسے سمجھانا نہیں بھولی تھیں، عروہ، شہث کی موجودگی میں گڑبڑا گئی۔

''شہث کو فون دو ذرا میں اس سے پوچھتی ہوں۔'' انہوں نے خود ہی اس کی مشکل حل کر دی تو اس نے جان بچی تو سو لاکھوں پائے کے مصداق فوراً ریسور شہث کی طرف بڑھا دیا۔

''مجھے کیا پتہ ہوا ایسی باتوں کا، اپنی بہو سے پوچھیں۔'' ان کی کسی بات پر وہ جھنجھلا کے بولا تھا۔

''جی اچھا ٹھیک ہے۔'' ان کی طویل ڈانٹ سننے کے بعد اس نے اپنی بیزاریت کو چھپاتے ہوئے بمشکل کہا تھا اور نہایت آف موڈ کے ساتھ ریسور کریڈل پہ پٹخا تھا۔

''تم میرے سر پہ کیوں کھڑی ہو، پہلے عذاب کیا کم ہیں جو تم ہر روز میرے لیے نئے سے نیا مسئلہ کری ایٹ کرتی رہتی ہو۔'' وہ پہلے ہی تپا بیٹھا تھا غصے میں اسی پہ الٹ پڑا۔

وہ جو کچھ کہنے کے لیے لب کھولنے ہی والی تھی، اس کے غصے کے پیش نظر ہونٹ کاٹتی فوراً باہر نکل گئی۔

وہ خود تو طیش میں بغیر ناشتہ کیے تن فن کرتا یونہی آفس چلا گیا تھا جبکہ وہ سارا دن بوجھل دل لیے افسردہ سی بیٹھی رہی، وہ خود کو سب کا مجرم تصور کر رہی تھی۔

www.pkdigest.com

"کیا ہے میری زندگی کا مقصد؟ صرف دوسروں کے لئے آزمائش اور اذیت کا سبب بننا؟" خالی خالی نظروں سے دیواروں کو دیکھتے ہوئے وہ یونہی سارا دن الٹی سیدھی سوچوں میں گھری رہی۔

آج شہث کی واپسی قدرے لیٹ ہوئی تھی، وہ سارا دن پریشان ہوتی رہتی کیونکہ صبح بھی وہ بغیر ناشتے کے نکل گیا تھا، گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو وہ بے ساختہ شکر کا کلمہ پڑھتی باہر نکلی۔

"شکر ہے آپ آگئے، مجھے بہت پریشانی ہو رہی تھی۔" اسے دیکھ کر وہ کہے بنا نہ رہ سکی، جواباً وہ کچھ بھی کہے بغیر ایک جتاتی نگاہ اس پر ڈال کر آگے بڑھ گیا، وہ اندر ہی اندر خائف ہوتی کچن میں آگئی، اس کے فریش ہونے کا انتظار کیا، پھر کھانا ٹرے میں نکال کر بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی، وہ حسب توقع ایک طرف فائلیں بکھیرے اور دوسری طرف لیپ ٹاپ کھولے مشغول تھا۔

"کھانا لے آئیں۔" عروہ نے درمیان میں جگہ بنا کر ٹرے رکھی اور خود خاموشی سے اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی، اس نے شاید واقعی صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا، کیونکہ آج اس کا دھیان کھانے کی طرف زیادہ اور کام کی طرف کم تھا۔

"عروہ! ادھر آؤ۔" ٹرے ایک سائیڈ پہ کھسکاتے ہوئے اس نے اسے پکارا تو وہ چونک گئی، کیونکہ آج پہلی دفعہ اس نے اسے یوں پکارا تھا، عروہ کو اس کے چہرے کے تاثرات بھی عجیب وغریب سے لگے تھے، وہ جھجکتی ہوئی اس کے قریب آگئی۔

"بیٹھو۔" وہ تحکم آمیز لہجے میں بولا تو وہ اس سے قدرے فاصلہ رکھتے ہوئے بیٹھ گئی، دل البتہ کسی انہونی کے پیش نظر تیز تیز دھڑک رہا تھا، وہ کچھ دیر جانچتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا۔

"مجھ سے کیا چاہتی ہو تم؟" اس کے عجیب وغریب سوال پہ اس نے سمجھ میں نہ آنے والی حیران نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے تم اس طرح تنہائی میں میرے ساتھ وقت گزار کے مجھے کمزور کر دو گی؟ اور میں کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آکر ہمیشہ کے لئے تمہارا غلام بن جاؤں گا؟ تمہاری نظر میں ہر مرد عیاش اور ہر لڑکی عروہ کی طرح ہے؟" اس کی زبان الفاظ نہیں انگارے برسا رہی تھی اور عروہ کو یوں لگا تھا جیسے کسی نے اسے آسمان سے زمین پر لا پٹخا تھا۔

"دل از تو ہیچ، لطف از لطف۔" اپنے حواس کو بمشکل قابو کرتی وہ کھڑی ہو گئی، اتنا بڑا الزام اس کے سر رکھا گیا تھا، شہث کی باتوں نے تو اسے خود سے نظریں ملانے کے قابل بھی نہیں چھوڑا تھا، آج اس کی برداشت کی حدیں ختم ہو گئی تھیں، اپنی ذات کے غرور کے علاوہ اس کے پاس اور تھا ہی کیا اور آج وہ بھی اس سے چھن گیا تھا، شہث کی سوچ اس حد تک پست ہو سکتی ہے، اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

"آج عروہ ہار گئی شہث عثمان! خود سے، زندگی سے، قسمت سے، تم نے اس کی نسوانیت کے پرخچے اڑا دیے، اس کی ذات کا مان اور غرور چھین لیا، بہت برا کیا تم نے بہت برا، میرے دامن سوائے اس کے اور تھا ہی کیا، جو تم نے یہ بھی چھین لیا۔" آج وہ بری طرح ٹوٹ کے بکھری تھی، آج اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی تھی۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو سارا گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا، خاموشی تو اگرچہ پہلے بھی ہوتی تھی مگر آج جو پر ہول سناٹا پورے گھر میں گونج رہا تھا، اس نے شہث کو عجیب وہم میں مبتلا کر دیا تھا،

اندر داخل ہو کر اس نے کچن میں جھانکا اس کی توقع کے مطابق عروہ کو یہیں ہونا چاہیے تھا، مگر خالی کچن اس کا منہ چڑا رہا تھا، پھر اس نے پورا گھر چھان مارا، لیکن اسے کہیں بھی عروہ تو کیا اس کا نام ونشان تک نظر نہیں آیا۔

"عروہ...... عروہ۔" بے حد گھبراہٹ کے عالم میں اس نے اسے کئی آوازیں دے ڈالیں لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھی، جو کسی کونے سے نکل کر برآمد ہو جاتی۔

"کہاں چلی گئی۔" وہ پریشانی سے بڑبڑاتا اپنے کمرے میں داخل ہوا، تو سامنے ڈائننگ ٹیبل پہ اسے ایک کاغذ پڑا دکھائی دیا جو اس طریقے سے رکھا گیا تھا کہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس پر نظر پڑ جائے پہلی دفعہ تو اس نے کوئی غور نہیں کیا، اب کی دفعہ اس نے دیکھا تو تیر کی مانند لپک کر اسے اٹھایا، وہ عروہ کی طرف سے لکھی گئی تحریر تھی۔

"معذرت چاہتی ہوں کہ آپ کو ڈسٹرب کیا، مگر یہ آخری تکلیف ہے جو آپ کو دے رہی ہوں، اس کے بعد آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوگی، میں یہاں سے جا رہی ہوں کہاں؟ یہ میں خود نہیں جانتی، جہاں قسمت لے جائے گی چل پڑوں گی، میں جانتی ہوں کہ صرف میری وجہ سے آپ اپنی فیملی سے دور ہیں اور آپ کے اپنے آپ کی شکل دیکھنے کو ترس رہے ہیں، میری زندگی تو ہے ہی کٹھنائیوں سے لبریز، کسی کو اپنے ساتھ کیوں گھسیٹوں، میں نے جتنا عرصہ آپ کے ساتھ گزارا اس میں مجھ سے جو غلطیاں ہوئیں، ان کے لئے آپ سے معذرت خواہ اور معافی کی طلبگار ہوں، سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے رشتوں کو برتنا نہیں آتا، پندرہ سال کی تھی جب والدین کی وفات ہو گئی، بس پندرہ سال کے بعد عروہ نے کبھی کسی خوشی کا منہ نہیں دیکھا، پتہ نہیں اس میں رب کی مصلحت ہے، تائی کے گھر رہی تو ان کے لئے عذاب بنی رہی آپ کے گھر آئی تو آپ کے لئے عذاب بن گئی، ہر رشتے نے مجھے اپنے طور پر رکھا، سمجھا اور برتا، لیکن مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں، یہ سب میرے نصیب میں درج تھا تو مجھے مل کے ہی رہنا تھا، اس میں کسی سے کیا شکوہ؟"

بلبل کو باغباں سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید لکھی تھی فصل بہار میں

"میں نے اپنے رب سے اپنے لئے ہمیشہ عصمت اور عفت مانگی ہے، پتہ نہیں آپ کو میرے بارے میں کون سی غلط فہمی ہے جو دور نہ ہو سکی، بہر حال میں بہت شرمندہ ہوں کہ میری وجہ سے آپ کی زندگی کے قیمتی دن ضائع ہوئے، آپ دوبارہ سے اپنی زندگی شروع کیجئے ہمارا کیا ہے یونہی سسکتے، بلکتے گزر ہی جائے گی اب تو لفظ خوشی بہت پرایا اور اجنبی لگتا ہے، آپ کا بہت وقت لے لیا، آپ سے صرف اتنی گزارش کرنی تھی کہ جب آپ پاکستان جائیں گے تو ماما میرے بارے میں پوچھیں گی تو آپ ان کو سچ نہ بتائیے گا، آپ ان سے کہیے گا کہ عروہ مر گئی ہے، کوئی بہانہ گھڑ دیجئے گا، باقی میرے گھر جو مرضی اطلاع پہنچے مجھے پرواہ نہیں ماما بہت اچھی عورت ہیں یہ واحد رشتہ تھا جو مجھے اپنا لگتا تھا، میں اچھے حوالے سے انہیں دکھ نہیں دینا چاہتی، اس کے عوض میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ کبھی پاکستان نہیں جاؤں گی جو ان کے علم میں یہ بات آسکے، اس التجا کو مرنے والے کی آخری خواہش سمجھ کر پورا کر دیجئے گا، تاعمر آپ کی احسان مند رہوں گی۔"

عروہ شہاب

جاتے سے وہ اس سے اپنا رشتہ بھی توڑ گئی تھی، کاغذی ہی سہی مگر اس کا نام بھی اسے ہی دے گئی تھی۔

شہث کی آنکھوں میں زمین و آسمان گھوم

www.pkdigest.com

گئے، وہ بزدل سی لڑکی اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتی ہے، بے یقینی سی بے یقینی تھی، اس نے کئی بار خط کو پڑھا اور ہر دفعہ وہ ندامت کی دلدل میں گھستا چلا گیا، ایک سراب کے پیچھے بھاگتے ہوئے نام نہاد انا کی خاطر اس نے ایک زندہ جاوید لڑکی کو در گور کر دیا، اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار یہی الفاظ ناچ رہے تھے۔

''آپ ان سے کہیے گا عروہ مرگئی ہے۔''

ہاں عروہ واقعی مرگئی تھی، اس نے اسے مار ہی تو دیا تھا، لفظوں کی مار مار کے اسے چھلنی کر دیا تھا، اب وہ زمانے کی گردشوں میں پتہ نہیں کہاں گم تھی، شہث نے کی رنگ اٹھائی اور اس کی تلاش میں نکل پڑا۔

اگرچہ وہ اتنی جلدی شادی کے حق میں نہ تھا اور نہ ہی وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار تھا مگر ماما سارہ والے واقعے کے بعد اس قدر ڈر گئی ہوئی تھیں کہ وہ جلد از جلد شہث کی روانگی سے قبل اس کی شادی کر دینا چاہتی تھیں، اگر سارہ والا واقعہ پیش نہ آتا تو شاید وہ کسی نہ کسی طرح ماما کو قائل کر لیتا۔

عروہ کو راحت نے مسز شیرازی کے سکول میں دیکھا تھا، وہ کسی کام سے گئی تھیں اور پہلی ہی نظر میں اسے پسند کر لیا، پھر آگے کا معاملہ تو چٹ منگنی پٹ بیاہ والا تھا، وہ اگرچہ اندر سے کافی جھنجلایا ہوا تھا لیکن ماما کے سامنے اس کا اظہار نہیں کر پایا تھا، اس کی ساری بیزاریت اور جھنجلاہٹ اس وقت اڑن چھو ہوئی جب اس نے پہلی نظر عروہ کو دیکھا، وہ پہلی نظر میں ہی مبہوت ہو گیا تھا اور پہلی نظر کے تیر کا شکار ہو گیا، آج اسے معلوم ہو رہا تھا کہ انسان پہلی نظر میں ہی محبت کا شکار کس طرح ہوتا ہے۔

''ٹھہریے میں آپ سے عروہ کی ملاقات کا انتظام کرتی ہوں۔'' عروہ کو جب اٹھا کے اندر لے گئے تو اس کی کزن ندا نے مسکراتے ہوئے شہث سے کہا تھا اور وہ تو جھوم جھوم گیا، جبکہ ندا اندر کی طرف بڑھ گئی کافی دیر بعد اس کی واپسی ہوئی تو اس کا منہ لٹکا ہوا۔

''سوری وہ ملنے کے لئے تیار نہیں ہے، میں نے اسے بہت کہا مگر وہ ایگری نہیں ہوئی، آئم ریئلی ویری سوری۔'' وہ سر جھکائے شرمندہ شرمندہ سی بولی تو شہث کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا، تاہم اس نے فوراً خود پہ قابو پا لیا۔

''اٹس او کے میں نے مائنڈ نہیں کیا۔'' نرمی سے اسے کہتے ہوئے وہ سالک کی طرف بڑھ گیا۔

''شرما رہی ہوگی یار! تو نے نوٹ نہیں کیا بھابھی ویسے بھی بہت شرمیلی ہیں، نئی زمانہ ایسی باحیا لڑکی تو ملتی ہی نہیں، تو واقعی لکی ہے یار!''

شہث نے سالک کو بتایا، تو وہ اپنا خیال ظاہر کرنے لگا اور اس بات کو اس نے بھی محسوس کیا تھا، لہٰذا فوراً اثبات میں سر ہلا دیا، وہ ساری رات اس کی عروہ کے تصور کے ہمراہ گزری تھی۔

گھر میں شادی کی تیاریاں پورے زور و شور سے ہو رہی تھیں، وہ خود بڑھ چڑھ کر ہر چیز میں حصہ لے رہا تھا، ابھی وہ رحمہ اور ماما کو مسز شیرازی کی طرف چھوڑ کر آیا تھا، جب ملازمہ نے اسے آکر اطلاع دی۔

''آپ سے کوئی صاحب ملنے آئے ہیں۔''

وہ دل میں حیران ہوتا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا، تو وہاں قطعی ایک اجنبی شخص کو بیٹھا دیکھ کر ٹھٹھکا۔

''میں عیاض اکرام ہوں، عروہ کا کزن۔''

نو وارد نے خود ہی اس کی الجھن حل کر دی۔

''کیسے ہیں آپ؟'' وہ اس کا سسرالی رشتہ دار تھا لہٰذا اچھے طریقے سے ملنا اس کا فرض تھا۔

''فائن۔'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

''میں آپ سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں۔'' وہ سرد اور خاموش نگاہوں سے شہث کو دیکھ رہا تھا، شہث کو الجھن تو ہوئی تاہم وہ چھپا گیا۔

''جی کہیے۔'' اندرونی تاثرات کو چھپاتے ہوئے وہ خوشدلی سے بولا۔

''میں زیادہ لمبی چوڑی تمہید کا قائل نہیں، مختصراً بات یہ ہے کہ میں کسی ضروری کام سے شہر سے باہر تھا، میری غیر موجودگی میں آپ کا نکاح عروہ سے ہو گیا، جبکہ ہم دونوں بچپن سے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، ممی کے آگے عروہ کچھ بول نہیں پائی اور سب کچھ اتنی ایمرجنسی میں ہوا کہ وہ مجھ سے رابطہ بھی نہیں کر پائی، وہ آپ کے ساتھ کسی قیمت پہ بھی رہنا نہیں چاہتی، اس سے پہلے کہ بات بڑوں تک پہنچے ہمیں اس معاملے کو خود ہی نمٹا لینا چاہیے۔'' جو کچھ وہ کہہ رہا تھا وہ شہث کے لئے کسی دھماکے سے کم نہیں تھا۔

''یہ سب کچھ تو آپ کو اور آپ کی فیملی کو پہلے سوچنا چاہیے تھا۔'' وہ کس سے گویا ہوا، دل میں کہیں بہت شدت سے درد اٹھا تھا لہجے میں خود بخود ہی تلخی گھل گئی تھی۔

''میں نے کہا ناں یہ سب کچھ ایمرجنسی میں ہوا کہ ہم دونوں سنبھل ہی نہیں پائے، ہمیں عقلمندی سے کام لینا چاہیے اور تین زندگیوں کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔'' اس پر نگاہیں جمائے اس کے تاثرات نوٹ کرتا وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔

''آئم سوری، مسٹر عیاض۔'' اس کی بات درمیان میں رہ گئی، عیاض کا سیل گنگنا اٹھا۔

''ہیلو، ہاں ہاں میں ادھر ہی ہوں، ڈونٹ وری میری جان میرے ہوتے ہو... تم کیوں پریشان ہو رہی ہو، کیا؟ اچھا، یہ لو کر لو بات، عروہ تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔'' عیاض نے سیل اس کی طرف بڑھایا، وہ جو لب بھینچے اسے سن رہا تھا نا چاہتے ہوئے بھی سیل اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

''ہیلو۔'' دل میں اٹھتے جوار بھاٹے کو دباتے ہوئے وہ بمشکل لہجہ نارمل رکھ پایا۔

''میں عروہ بات کر رہی ہوں، میں آپ سے بہت معذرت خواہ ہوں، یہ سب کچھ جلد بازی کا نتیجہ ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی، میں اپنا سب کچھ عیاض کو سونپ چکی ہوں آپ کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو میں آپ کو دے سکوں، یہ شادی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ میں خود کو صرف عیاض کی امانت سمجھتی ہوں، اس کے لئے کوئی اور مجھے دیکھے بھی، میں یہ بھی گوارا نہیں کر سکتی، سو آپ پلیز اس کاغذی رشتے کو ختم کر دیں کیونکہ......''

''شٹ اپ۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر غرایا، عروہ کی باتوں نے اسے بارود پہ بٹھا دیا تھا، اس کی منکوحہ ہو کر وہ کسی غیر کے لئے ایسے نازیبا کلمات استعمال کر رہی تھی، غصے اور طیش کے مارے اس کے اندر بھٹی دہکنے لگی، ایک جھٹکے سے اس نے سیل عیاض کی طرف اچھالا۔

''اب ایسا ہونا ناممکن ہے۔'' وہ تو جلتے توے پہ بیٹھا تھا ضد میں آگیا۔

''بات آرام سے مان لو تو فائدے میں رہو گے مسٹر شہث۔'' اس کے لہجے کے ہٹیلے پن کو محسوس کرتے ہوئے عیاض نے ایک دفعہ پھر اسے نرمی سے سمجھانا چاہا۔

''یہ میرا آخری فیصلہ ہے، اب تم یہاں سے جا سکتے ہو۔'' اس کے لہجے میں بھانبڑ جل رہے تھے۔

''او کے پھر نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو

www.pkdigest.com

گئے۔'' وہ اسے دھمکی دیتا وہاں سے رخصت ہو گیا۔

خلاف توقع رخصتی تک خاموشی چھائی رہی تھی، عیاض اسے رخصتی کے وقت اور اس کے بعد بھی کہیں نظر نہیں آیا، عروہ کا رخصت ہو کر آتے ہی برا حال ہو گیا تھا، شہث نے اسے اپنے ہی معنی پہنائے تھے اگر وہ خود اس کی طرف نہیں بڑھا تھا تو عروہ کا گریز بھی اسے صاف پتہ چل رہا تھا، شہث کی کسی زیادتی، کسی بات کے بارے میں اس نے کبھی لب نہیں کھولے تھے۔

جب تک تو وہ پاکستان میں تھا تب تک تو پھر بھی ٹھیک رہا، لیکن امریکہ آتے ہی شہث نے اس سے سخت بیگانگی اور لاتعلقی اختیار کر لی تھی اور سچ تو یہ تھا کہ اب وہ خود اندر سے کمزور پڑنے لگا تھا، عروہ کا وجود کسی مقناطیس کی مانند اسے اپنی طرف کھینچتا تھا، دل کے بڑھتے ہوئے تقاضوں سے وہ زیادہ گھبراتا تو اسی پہ الٹ پڑتا، کہ شاید کبھی تو وہ اپنے گزشتہ رویے کے بارے میں کچھ کہے، کبھی وہ اسے عیاض کے طعنے دینے لگتا عروہ کی فون پر کی گئی باتیں یاد آتیں تو اس کا خون نئے سرے سے ابلنے لگتا۔

ہر روز رات کو وہ اس کا ضبط آزمانے چلی آتی تھی، بظاہر وہ کام میں مشغول ہوتا تھا، لیکن دھیان اسی کی جانب ہوتا تھا اور جس رات وہ اس کے کمرے میں سو گئی تھی اس کا شدت سے دل چاہا تھا کہ وہ اسے یہیں روک لے، لیکن درمیان پھر عیاض اور اس کی انا کھڑے ہو گئے اور ایک دن تو وہ بالآخر پھٹ ہی پڑا، وہ چاہتا تھا کہ اگر یہ سچ ہے تو عروہ اس کی تائید کرے اور اگر جھوٹ ہے تو تردید اور اس کی خاموشی کو وہ خود بخود تائید کے معنی پہنا لیتا تھا، اپنے اندر پکتا لاوا اس پر انڈیل کر وہ خود بے نیاز ہو گیا تھا، لیکن واپسی پر وہ اسے کہیں بھی نہیں ملی تھی۔

آج تیسرا دن تھا، عروہ کو لاپتہ ہوئے، تین دن سے وہ ہر چیز کا ہوش بھلائے بیٹھا تھا، اس کی اصل محبت تو اب اس پر کھلی تھی اس کے بغیر تو وہ کچھ بھی نہیں تھا، اپنی نام نہاد انا کو لے کر وہ زندگی کے قیمتی دن گنوا آیا تھا اور جب اسے اپنی غلطی کا ادراک ہوا تھا تو وہ کہیں بھی نہیں تھی، کون سی جگہ ایسی تھی جہاں اس نے اسے نہیں ڈھونڈا، ہر روز میں ای میل بھی چیک کرتا تھا کہ شاید وہ کسی طریقے سے رابطہ کرے، آج بھی میل چیک کر رہا تھا، جب ندا کی میل عروہ کے نام دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

''عروہ! میرے پاس وہ زبان نہیں ہے کہ جس سے تم جیسی پاکیزہ ہستی کو پکارا جائے، تمہارے جانے کے بعد ہمیں علم ہوا کہ تم ہمارے لئے کیا تھیں، تم تو وہ خوش بخت ستارہ تھیں کو جو ہمارے گھر سے نکلا تو سیاہ بختی نے ہمارا راستہ دیکھ لیا، ہم نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا وہ اگرچہ قابل معافی نہیں، پھر بھی اگر ہو سکے تو ہمیں معاف کر دینا، میں نے اور عیاض نے مل کر شہث کو تمہارے خلاف بہت بھڑکایا تھا اور خدا کا انصاف دیکھو کہ اسی دن عیاض کو پولیس لے گئی وہ غلط کارروائیوں میں ملوث تھا بس پھر تو بدنامی نے ہمارا گھر دیکھ لیا، ہم برباد ہو گئے، ہم نے تمہارا حق چھینا ہم لقمے لقمے کو ترس گئے، تم کتنی اچھی اور ہمدرد ہو مجھے پوری امید ہے کہ تم ہمیں معاف کر دو گی، شاید اسی طرح اللہ بھی ہمیں معاف کر دے، اگرچہ ہماری سزا میں بہت زیادہ ہیں ہم نے تو تمہاری شادی بھی کسی نیک نیتی سے نہیں کی، لیکن اللہ کو شاید تمہاری خوشیاں منظور تھیں، اگر ہو سکے تو ہم سب کو معاف کر دینا، تمہاری خطا کار بہن، ندا اکرام۔''

میل پڑھ کے وہ مزید ندامت سے دوچار ہو گیا تھا، رحمہ اکثر عروہ سے انٹرنیٹ پر چیٹنگ

کرتی رہتی تھی، یقیناً اسی نے ندا کو ای میل ایڈریس دیا تھا، اگرچہ اب اسے عروہ کی ذات کے حوالے سے کسی قسم کی صفائی کی ضرورت نہیں تھی تاہم پھر بھی قدرت نے اس کی گواہی پیش کر دی تھی، وہ سر دونوں ہاتھوں میں گرا کر ضبط کھونے لگا تھا۔

ہوا تھی تھی ضرور لیکن
وہ شام جیسے سسک رہی تھی
کہ زرد پتوں کو آندھیوں نے
عجیب قصہ سنا دیا تھا
کہ جس کو سن کر تمام پتے
سسک رہے تھے بلک رہے تھے
جانے کس سانحے کے غم میں
شجر جڑوں سے اکھڑ رہے تھے
بہت تلاشا تھا ہم نے تم کو
ہر ایک وادی، ہر ایک رستہ، ہر ایک پربت
کہیں سے تیری خبر نہ آئی
تو یہ سوچ کر ہم نے دل کو ٹالا
ہوا تھمے گی تو دیکھ لیں گے
ہم اس کے رستے کو ڈھونڈ لیں گے
مگر ہماری یہ خوش خیالی
جو ہم کو برباد کر گئی تھی
ہوا تھمی تھی ضرور لیکن
بڑی ہی مدت گزر چکی تھی

''کیا بات ہے یار! گھر کھلا پڑا ہے، کدھر ہو تم؟'' عالی دور ہی سے بولتا چلا آ رہا تھا۔

''شہث!'' وہ بیڈ روم میں داخل ہوا تو شہث کو انتہائی شکستہ حال دیکھ کر لپک کر اس کی طرف بڑھا۔

''کیا ہوا یار؟ تم ٹھیک ہو؟'' سلوٹ زدہ کپڑے، بڑھی ہوئی شیو، الجھا بکھرا حلیہ، سرخ آنکھیں اس کی حالت دیکھ کر عالی اچھا خاصا گھبرا گیا تھا۔

''عالی!'' ایک ہمدرد پاتے ہی وہ اس کے کندھے سے لگ کے سسک اٹھا۔

''وہ کہاں ہے عالی! اسے کہو کہ لوٹ آئے، بہت سزا ہو گئی اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، اسے بلاؤ ناں عالی!'' عالیان کا دل اس کی حالت پہ کٹ کے رہ گیا۔

''کس کی بات کر رہے ہو شہث!''

''عروہ، پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے مجھے چھوڑ کر، میں نے اسے کتنا پکارا وہ جو میری ایک پکار پر دوڑی چلی آتی تھی اب سنتی ہی نہیں اسے کہو ایسا نہ کرے میرے ساتھ، اب لوٹ آئے۔'' وہ اونچا پورا جوان مردیوں بلک رہا تھا کہ عالی کے لئے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

''یہ لو پانی پیو سب ٹھیک ہو جائے گا میں آ گیا ہوں ناں۔'' عالیان نے اسے تسلی دیتے ہوئے پانی کا گلاس تھمایا، جسے وہ ایک ہی سانس میں غٹاغٹ چڑھا گیا، کچھ دیر بعد اس کا سانس بحال ہوا تو عالیان بولا۔

''اب مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا، بھابھی کیوں گئی ہیں۔'' شہث نے سر جھکا کر اس کا سوال سنا تھا اور پھر وہ اسے ساری بات بتاتا چلا گیا۔

اس کی روداد سن کے اگرچہ عالی اس کو سرزنش کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اس کی متوقع حالت کے پیش نظر خاموش رہ گیا، اس وقت اسے مورل سپورٹ کی ضرورت تھی اور ایک اچھا دوست ہی ہوتا ہے جو موقع محل کے مطابق اپنے دوست کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

''کہیں نہیں گئی ہوں گی وہ مل جائیں گی ان شاء اللہ میرے کچھ کانٹیکٹس ہیں میں پتہ کرواتا ہوں ڈونٹ وری، وہ وقتی طور پہ ناراض ہوں گی مان جائیں گی، میں ان کی آنکھوں میں تمہارے لئے بہت محبت دیکھی ہے تم خود کو سنبھالو، بی

www.pkdigest.com

ریلیکس۔'' اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے وہ اسے اس فیز سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پھر عالی اور شہث نے مل کر اسے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا، ہاسپٹلز تک انہوں نے کھنگال ڈالے لیکن عروہ کو نہ ملنا تھا نہ وہ ملی، شہث کی حالت روز بروز بگڑتی جا رہی تھی، گھر، آفس وہ سب کچھ حتی کہ اپنا آپ بھی بھلائے بیٹھا تھا، لیکن لگتا تھا وہ واقعی اس سے روٹھ کر بہت دور جا چکی تھی۔

اس صوفے کو وہ روزانہ حسرت و یاس سے دیکھا کرتا جس پہ بیٹھ کے کبھی وہ اسے دیکھا کرتی تھی، کتنا کٹھور ہو گیا تھا وہ اپنے چمن کو اس نے اپنے ہاتھ سے آگ لگائی تھی۔

عروہ کو گئے مہینہ ہونے کو آیا تھا، اب تو شہث کی امیدیں ختم ہوتی جا رہی تھیں اسے ہر وقت عجیب و غریب قسم کے خیالات اور وسوسے ستاتے رہتے، ٹینشن کی وجہ سے اسے سخت بخار نے آن گھیرا تھا، عالی بیچارہ ہر جگہ اس کے ساتھ خوار ہوا تھا، اب اس کی تیمارداری بھی وہی کر رہا تھا۔

''یہ احزم تو نہایت شرارتی بچہ ہے سارا دن نچا کے رکھ دیتا ہے۔'' وہ ابھی ابھی احزم کے پیچھے بھاگ کر ہلکان ہوتے ہوئے ایک جگہ بیٹھی تھی، جب وہ دوبارہ آ کر اسے تنگ کرنے لگا۔

''اکیسویں صدی کا ماڈل ہے ناں طراری تو خود بخود ہی آئے گی۔'' نادیہ نے نہال ہوتی نظروں سے بیٹے کو دیکھا، جو عروہ کے ساتھ بہت مانوس ہو گیا تھا اور خود عروہ بھی اسے بہت پیار کرتی تھی سارا دن اس کے نازنخرے اٹھاتی نہ تھکتی تھی۔

شہث کے رویے سے اس دن وہ اتنی دلبرداشتہ ہوئی تھی کہ وہ انتہائی قدم اٹھانے کا سوچ لیا جس کی ساری زندگی وہ تصور کرتی آئی تھی، ویسے بھی اس کے ساتھ رہ کر وہ نجانے کتنے لوگوں کے لئے دل آزاری کا سبب بن رہی تھی، شہث کے تیوروں سے لگ رہا تھا کہ وہ اپنی آخری حد سے گزر رہا ہے، کب وہ اسے خود الگ کر دے اس سے پہلے وہ خود ہی فیصلہ کر لے کیونکہ اب وہ واپس اس گھر میں لوٹ کر نہیں جانا چاہتی تھی جہاں اس کے وجود کو مال غنیمت کی طرح استعمال کیا جائے۔

گھر سے نکل کر وہ نجانے کن راستوں پر کتنی دیر چلتی رہی، اسے کچھ خبر نہ تھی جب اچانک عالیان اس سے ٹکرایا تھا اور اسے یوں اکیلا دیکھ کر ٹھٹھک گیا، عروہ نے چاہا کہ کنی کترا کے نکل جائے یا کم از کم اسے ٹال دے لیکن عالیان اس کے حلیے سے بالکل مطمئن نہیں تھا اور کچھ شہث کے رویے سے اسے تھوڑا بہت شک بھی تھا، اب جو عروہ کو یوں بے یار و مددگار منہ چھپائے کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دیکھا تو اسے اپنا شک یقین میں بدلتا محسوس ہوا، پھر عروہ کے نہ، نہ کرنے کے باوجود وہ اسے گھر لے آیا تھا اور عروہ سے ساری بات اگلوا کے ہی دم لیا تھا۔

''آپ یہاں سے کہیں نہیں جائیں گی کیونکہ یہ آپ کے بھائی کا گھر ہے اور ایک بھائی کی غیرت قطعاً یہ گوارا نہیں کرتی کہ اس کی بہن بے مول ہوتی پھرے۔'' عالیان نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے قطعی دوٹوک لہجے میں کہا تھا اور نادیہ نے بھی اس کی بھرپور تائید کی تھی۔

عالیان، شہث سے برابر ملتا رہا، ساری صورتحال اس کے سامنے آ گئی تھی، شہث عروہ کو کھو کر نادم تھا، لیکن عالیان چاہتا تھا کہ شہث کو ایک دفعہ اچھی طرح نصیحت مل جائے تاکہ وہ آئندہ محتاط رہے، جو کچھ اس نے شہث کے لئے وہ اس کی محبت میں دوست بن کر کیا اور جو کچھ

اس نے عروہ کے لئے کیا وہ ایک بھائی کی حیثیت سے کیا۔

کہتے ہیں کہ دعا کبھی رد نہیں ہوتی یہ عروہ کی دعاؤں کا ہی اثر تھا جو عالیان کی صورت میں ظاہر ہوا تھا، جو اللہ پاک نے اس کی عصمت کو محفوظ کر لیا تھا اور اس کے لئے نگران مقرر کر دیا تھا۔

''احزم کے بچے!'' احزم نے اس کے بالوں میں سے کیچر اتار دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے سارے بال بکھر گئے تھے، اس نے مصنوعی غصے سے اسے آنکھیں نکالیں جبکہ وہ قلقل کرتا اب چھوٹا سا کشن اتار کے اس کے سر پہ رکھ رہا تھا، عروہ نے ہنستے ہوئے اسے پیچھے سے کھینچ کر اپنے آگے کیا تھا۔

''عروہ! احزم کے کپڑے تو چینج کر دو، کیا حشر کیا ہوا ہے اس نے عالی آنے والا ہو گا، میں ذرا کچن کو دیکھ لوں۔'' نادیہ اسے ہدایت دیتی اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

''اب آپ ادھر بیٹھو، میں آپ کے کپڑے لے کر آتی ہوں۔'' اسے کشن پر بٹھاتے ہوئے عروہ نے اس کی ننھی سی ناک دبائی تو وہ بسورنے لگا۔

وہ وارڈ روب سے احزم کے لئے شرٹس نکال رہی تھی جب دروازہ آہستگی سے کھلا عروہ نے فوراً دوپٹہ اچھی طرح لپیٹا جو احزم سے کھیلنے کے باعث کندھے پہ جھول رہا تھا، وہ یہی سمجھی تھی کہ عالیان ہو گا، اس کی چونکہ اس طرف پشت تھی لہٰذا دیکھ نہیں سکی، آنے والا جب کافی دیر تک اندر نہیں آیا تو وہ الجھی تھی۔

''عالی بھائی! آپ یوں کیوں.....'' وہ کہتے ہوئے مڑی، لیکن اس کی بات درمیان میں رہ گئی، باقی کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے، وہ حیران و ششدر سی اپنے سامنے کھڑے شہث کو دیکھ رہی تھی جو بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا، عروہ نے چاہا کہ اسے نظرانداز کر کے وہاں سے نکل جائے لیکن اس کے قدم تو گویا زمین نے جکڑ رکھے تھے، سر جھکائے ہونٹ کاٹتی وہ اپنی نشست بھی نہ تبدیل کر پائی۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا، عروہ کا سانس رکنے لگا، اس کا شدت سے جی چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے، وہ تاعمر اس شخص کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''عروہ!'' اس نے دھیمے لہجے میں اسے پکارا تھا، لہجے میں اتنی شدتیں، اتنی چاہتیں تھیں کہ عروہ کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا اور اگلے ہی لمحے شہث نے اسے کندھے سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے خود سے لگا لیا تھا، عروہ تو جہاں کی تہاں رہ گئی، وہ جو طنز، تشنیع اور پتھر برسنے کی منتظر تھی اس نئی افتاد پہ گھبرا گئی۔

''کہاں چلی گئی تھی تم؟ ہاں تمہیں نہیں پتہ تمہارا شہث تمہارے بغیر کتنا ادھورا، کتنا نامکمل، کتنا خالی ہو گیا تھا، تم تو میرے وجود کا حصہ تھیں پھر تم میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔'' اسے سینے سے لگائے وہ بہت شکستہ لہجے میں بول رہا تھا، عروہ کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، شہث اور ایسی باتیں......؟

ایک تو وہ اس کی اتنی قربت پہ بہت بوکھلائی ہوئی تھی زبان ساتھ دینے سے انکاری ہو رہی تھی دوسرا اس کے حصار میں اتنی دیوانگی اتنی شدت کہ عروہ کو لگ رہا تھا کسی بھی لمحے اس کی سانسیں اسکا ساتھ چھوڑ جائیں گی۔

''تم میرے لئے کیا ہو، یہ تو مجھے تب پتہ چلا جب تم مجھے ادھورا کر آئیں، تب میں نے محسوس کیا میں تو تم بن بالکل ادھورا ہوں، میری تکمیل تو تم سے ہے۔'' اس نے اپنے لب عروہ

www.pkdigest.com

کے بالوں پہ رکھے تو وہ تڑپ کے رہ گئی۔

''چھوڑیں مجھے۔'' اس نے ایک جھٹکے سے خود کو اس سے علیحدہ کیا تھا، شہث کا حصار اسے کسی برقی بھٹی کی مانند محسوس ہو رہا تھا جس میں وہ سر سے پاؤں تک جھلس گئی تھی، اگرچہ وہ خود کو اس سے چھڑوا کر دور ہو چکی تھی پھر بھی اسے اپنا آپ انگارے کی طرح دہکتا محسوس ہو رہا تھا۔

''مت بھولیں کہ میں وہی عروہ ہوں جسے قدم قدم پہ آپ نے دھتکارا اور تذلیل کی ہے، میں اب بھی وہی عروہ ہوں عروہ شہاب، آپ کی کچھ نہیں لگتی جائیں جائیں یہاں سے، میں کسی کو نہیں جانتی مجھے کسی سے کوئی سروکار نہیں۔'' وہ ہذیانی انداز میں چلائی، وہ بھی انسان تھی، کہاں تک برداشت کرتی، آج اس کا ضبط پارہ پارہ ہو گیا تھا، وہ جو اپنی طرف سے اس ٹاپک کو کلوز کر چکی تھی، اب اس باب کو دوبارہ کھلتے دیکھ کر اپنا ضبط گنوا چکی تھی۔

''مجھے اپنی غلطی کا ادراک ہے عروہ! میں اس کے لئے شرمسار ہوں، میں تمہارا گناہگار ہوں تم جو سزا میرے لئے تجویز کرو مجھے منظور ہے، مگر خدا کے لئے یوں خود کو اذیت نہ دو۔'' اسے اس سے ایسے ہی ردعمل کی توقع تھی اور وہ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ گھٹ گھٹ کے جینا ختم کرے ایک دفعہ کھل کے دل کی بھڑاس نکال لے تاکہ اتنے سالوں سے جو لاوا اس کے اندر پک رہا ہے وہ بہہ نکلے اور عروہ بھی ہاتھوں میں چھپا کر سسک اٹھی۔

''او کے ریلیکس میں چلا جاتا ہوں لیکن تم پہلے میری بات سن لو، بہت ساری باتیں ایسی ہیں جن کی حقیقت تم پر آشکار نہیں ہوئی، تم جب پس منظر سے آگاہ ہو گی تو یقیناً اپنی سوچ میں تبدیلی پاؤ گی۔'' شہث نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے نرمی سے اس کے آنسوؤں کو اپنے پوروں میں چنا، تو وہ ٹھٹھک کر اسے دیکھنے لگی۔

شہث نے اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا اور پھر وہ اس پر کھلتا چلا گیا، اپنی محبت، بے بسی، گریز، غیرت اس نے کچھ بھی پوشیدہ نہ رکھا تھا، عروہ ششدر سی اسے سن رہی تھی، کیسا گیم کھیلا گیا تھا اس کے خلاف، وہ ساری زندگی اس جرم کی سزا کاٹتی آئی تھی جو کبھی اس سے سرزد ہی نہیں ہوا تھا۔

''لیکن میں کسی کو بھی معاف نہیں کروں گا، سارہ کو تو ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ اس کی آئندہ سات نسلیں بھی پناہ مانگیں گی۔'' اس کے لہجے میں شراروں کی سی لپک تھی عروہ نے ہول کر اسے دیکھا۔

''جب خود آپ کے اندر کسی کو معاف کرنے کا حوصلہ اور ظرف نہیں تو پھر اس کی توقع آپ دوسروں سے کیونکر رکھ سکتے ہیں۔'' عروہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں اس سے کہا تھا۔

''اچھا اگر میں سارہ کو معاف کر دوں تو کیا تم مجھے معاف کر دو گی۔'' وہ یکدم ہی بڑے جوش سے اس کا ہاتھ دبا کر پوچھنے لگا تو عروہ ایکدم ہوش میں آئی، اس کی باتوں کے دوران وہ قطعاً فراموش کر چکی تھی کہ اس کے ہاتھ ابھی تک شہث کی گرفت میں تھے۔

''مجھے نہیں پتہ، سارہ میری ماں نہیں لگتا، یہ آپ کا مسئلہ ہے جو جی چاہے کریں اور میرے ہاتھ چھوڑیں۔'' وہ جو جزبز ہو کے ہتی اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی، بالآخر ناکام ہو کر آخر میں بول ہی اٹھی۔

''تم بھی تو میرا مسئلہ ہو میری زندگی!'' شہث نے ایک ہی جھٹکا دیا تھا وہ جو اپنے ہی دھیان میں تھی اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی سیدھی اس کے اوپر آ رہی تھی۔

''شرم نہیں آئی آپ کو۔'' وہ اس کے شکنجے سے گھبرا کے بولی تو شہث کا بے ساختہ قہقہہ آزاد ہوا تھا، اس کے جملے سے وہ خاصا محظوظ ہوا تھا

''تم سے بھلا کیوں شرم آئے گی، بیوقوف لڑکی ویسے بھی ابھی تک تو میں نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ تم مجھے اس لقب سے نوازو۔'' وہ بڑے بھولپن سے گویا ہوا تو عروہ جل کے رہ گئی۔

''تم نے مجھ معاف تو کر دیا ناں عروہ، بلکہ مسز عروہ شہث۔'' اس نے خود پر مصنوعی سنجیدگی طاری کرتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا، آج پہلی دفعہ وہ حق رکھنے کے باوجود وہ اسے یوں اتنے قریب سے دیکھ رہا تھا اس لئے آج جذبے اور نگاہیں بے لگام ہو رہی تھیں۔

''اچھا طریقہ ہے معافی مانگنے کا۔'' عروہ بھنا کے رہ گئی۔

معاف تو وہ اسے تب ہی کر چکی تھی جب گھر سے قدم باہر نکالا تھا کہ اس نے شہث عثمان سے بے حد حساب محبت کی تھی، یہ اس کی محبت کی انتہا ہی تھی کہ وہ اسے کوئی دکھ نہیں پہنچانا چاہتی تھی، اسی لئے تو اپنے دکھ اٹھا کر الگ ہو گئی تھی۔

''یار ایک دفعہ بول دو ناں، کیونکہ میرا خود پر کنٹرول ختم ہو رہا ہے۔'' اس کے لہجے کے خمار اور آنکھوں کی تپش نے عروہ کو بے تحاشا سرخ کر ڈالا تھا۔

''چھوڑیں مجھے۔'' اس نے کمزور سا احتجاج کرنا چاہا۔

''چلو چھڑوا سکتی ہو تو چھڑوا لو۔'' اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں سے مسرور ہوتے ہوئے اس نے گویا چیلنج کیا تھا۔

عروہ نے پوری قوت استعمال کرتے ہوئے اس کے حصار کو توڑنا چاہا تھا، لیکن اس کے فولادی بازوؤں میں صرف کسمسا کر رہ گئی۔

''اب تو تمہارے راستے مجھ تک ہی آتے ہیں عروہ شہث کس کس راستے سے فرار حاصل کرو گی۔'' شہث نے اس پر جھکتے ہوئے اپنا حق استعمال کیا، تو عروہ کی پیشانی پہ گویا انگارہ دہک گیا تھا۔

''کیا کرتے ہیں آپ، یہ کسی کا بیڈ روم ہے۔'' عروہ نے بے حد بوکھلا کر اس کو مزید پیش قدمی سے روکنا چاہا۔

''آ...... آ...... اچھا تو کیا خیال ہے اپنے بیڈ روم میں چلیں۔'' شوخی سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے ایک آنکھ دبا کر پوچھا تو وہ پوری پسینے میں نہا گئی۔

''صحیح کہتا ہے سالک میں واقعی بہت لکی ہوں کہ مجھے تم جیسی بیوی ملی۔'' وہ اس کی چھوٹی سی ناک دباتے ہوئے بولا تو عروہ سر جھکا کر ہولے سے مسکرا دی، شہث کی گہری براؤن آنکھوں میں آج جو نئے اور انوکھے رنگ اسے نظر آ رہے تھے اس کا سامنا کرنا اس کے لئے کوئی آسان نہ تھا، وہ تو ایک سیکنڈ بھی ان جذبے لٹاتی نگاہوں میں جھانک نہ پائی تھی۔

آج اس نے جان لیا تھا صبر اور دعا کبھی رائیگاں نہیں جاتے، کبھی نہ کبھی ان کا اثر ضرور ظاہر ہو جاتا ہے، جیسے آج اس کی ریاضت کا ثمر اسے شہث عثمان کی صورت میں مل گیا تھا، اب اسے مزید کسی کی طلب نہیں تھی، اس نے بے ساختہ اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کیا اور بے حد شانت ہو کر شہث کو دیکھنے لگی جو اب عالیان اور نادیہ سے اجازت لے رہا تھا۔

''کیا بات ہے بڑا پیار آ رہا ہے۔'' شہث نے اس کی محویت محسوس کرتے ہوئے چھیڑا تو وہ جھینپ کے رہ گئی، گھر کی طرف جاتے ہوئے ان دونوں کے دل بہت ہی مسرور تھے۔

☆☆☆

www.pkdigest.com